لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النّساء

جنوری تا اپریل 2018ء

جلد # 30۔ شمارہ نمبر 1

اخلاقِ حسنہ

ایمان، صحت اور حُسنِ خُلق کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْاَلُکَ صِحَّۃً فِیْ اِیْمَانٍ ، وَاِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ وَنَجَاحًا یَّتْبَعُہٗ فَلَاحٌ ، وَرَحْمَۃً مِنْکَ وَعَافِیَۃً ، وَمَغْفِرَۃً مِنْکَ وَرِضْوَانًا۔ (مستدرک حاکم جلد1 صفحہ 523)

اے اللہ! مَیں تجھ سے حالتِ ایمان میں صحت طلب کرتا ہوں اور ایمان کے ساتھ حُسنِ خُلق کی دُعا کرتا ہوں اور کامیابی کے بعد کامیابی چاہتا ہوں اور تجھ سے رحمت اور عافیت کا طلبگار ہوں۔ نیز تیری بخشش اور رضامندی چاہتا ہوں۔

اخلاق حسنہ کے حصول کے لئے دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالْاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَرِضٰی بِالْقَدَرِ۔

(مشکوۃ کتاب الدعوات)

اے اللہ! میں تجھ سے صحت اور پاکدامنی اور امانت اور اخلاق حسنہ اور قضاوقدر پر راضی رہنے کی دعا کرتا ہوں۔

اخلاق فاسدہ سے نجات کے لئے دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَائِ

(مشکوۃ کتاب الدعوات)

اے اللہ! میں تیری پناہ اور حفاظت چاہتا ہوں بُرے اخلاق، بُرے اعمال اور بُری خواہشات سے۔

لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان دعاؤں کو باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کی عادت بنالے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

النساء

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ

جلد# 30۔ جنوری تا اپریل 2018ء۔ شمارہ نمبر 1

نگرانِ اعلیٰ

مکرم و محترم ملک لال خان صاحب

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیرِ نگرانی

مکرمہ و محترمہ امتہ السلام ملک صاحبہ

صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

نیشنل سیکرٹری اشاعت

کشور چوہدری صاحبہ

مدیرہ اُردو

فرزانہ سنوری صاحبہ

پروف ریڈرز

امتہ الرفیق ظفر صاحبہ، طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

اُردو کمپوزنگ اور تزئین و زیبائش

ناصرہ نسیم صاحبہ، وجیہہ قیوم صاحبہ، ثمرہ ندیم صاحبہ،
تحمیدہ ولی صاحبہ، مبشرہ محمود صاحبہ

پبلشر

جیمنک گرافکس

عنوانات

کلامِ الٰہی، کلامِ رسول ﷺ، کلامِ امام الزماںؑ	1
اداریہ	2
خطبہ جمعہ	3
خلافت ایک نعمتِ عظمیٰ	12
صلہ رحمی	13
مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے	16
رسول اللہ ﷺ، آپ کی نماز اور دُعائیں	17
سہل انداز و گفتارِ اعمال	18
سادہ زندگی	19
توبہ	21
آسودگیٔ جذبات۔۔ظرف کیا ہے؟	22
جمال و حسنِ قرآن نورِ جان ہر مسلماں ہے	23
نظم۔۔پیاری سائرہ کی یاد میں	24
ماواں ٹھنڈیاں چھاواں	25
صفحہ شاعرات	27
متفرقات	28
صفحہ ناصرات	29

النساء میں اشتہار دیئے جانے کے لئے

1- ایک پورے صفحہ کا اشتہار: -/$250

2- آدھے صفحہ کا اشتہار: -/$150

3- 1/4 صفحہ کا اشتہار: -/$100

اشتہار ارسال کرنے کیلئے email: annisaa@lajna.ca

کلامِ الٰہی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ (سورہ الاحزاب: آیت 22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ (سورہ الاحزاب: آیت 22)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(سورہ التوبہ: آیت 71)

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔ (سورہ التوبہ: آیت 71)

کلامِ رسول ﷺ

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔ (ترمذی کتاب البرّ والصلۃ باب فی معاشرۃ النّاس)

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔ یہ نیکی اُس بدی کو مٹادے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ (ترمذی کتاب البرّ والصلۃ باب فی معاشرۃ النّاس)

کلامِ امام الزماں علیہ السلام

یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (بنی اسرائیل: 85) بعض آدمی ایک قسم کے اخلاق میں اگر عمدہ ہیں، تو دوسری قسم میں کمزور، اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے تو دوسرے کا بُرا۔ لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاح ناممکن ہے۔

خُلق سے ہماری مُراد شیریں کلامی ہی نہیں بلکہ خَلق اور خُلق دو الفاظ ہیں۔ آنکھ، کان، ناک وغیرہ جس قدر اعضاء ظاہری ہیں جن سے انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہ سب خَلق کہلاتے ہیں اور اسکے مقابل پر باطنی قویٰ کا نام خُلق ہے۔ مثلاً عقل، فہم، شجاعت، عِفت، صبر وغیرہ۔ اس قسم کے جس قدر قویٰ سرشت میں ہوتے ہیں وہ سب اسی میں داخل ہیں اور خُلق کو خَلق پر اس لیئے ترجیح ہے کہ خَلق یعنی ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابلِ علاج ہوتا ہے۔ مثلاً ہاتھ اگر چھوٹا پیدا ہوا ہے تو اسکو بڑا نہیں کر سکتا، لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو تو اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔۔۔۔ خُلق ایسی شے ہے جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اگر تبدیلی نہ ہو سکتی تو یہ ظلم تھا، لیکن دُعا اور عمل سے کام لوگے، تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکوگے۔ عمل اس طرح سے کہ اگر کوئی شخص مُسک ہے تو وہ قدرے قدرے خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھ لے گا اور اس کی عادت اِمساک کی دُور ہو جائے گی۔ اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 100)

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو اس دُنیا میں اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا جس میں اُس نے اپنے بندوں کو عبادت کے اطوار سکھائے جانے کے ساتھ بندوں میں اعلیٰ خلق کی پیداوری بھی پیارے انبیاء کی ذمہ داری ٹھہرایا۔

ہر مذہب میں مختلف طریق پر حقوقِ بندگی ادا کرنے کے ڈھب سکھائے گئے۔ لیکن مذہبِ اسلام وہ کامل مذہب ہے جس کے پیغامبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے پیروؤں کو بہترین امت بنایا۔ آپؐ کی صحبت سے فیض پانے والا کوئی انسان چاہے وہ اُس دَور کا ہو یا آج کے دَور کا، ایک حقیقی پیرو، آپ کے اُسوہ پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ نے احیائے اسلام کے ساتھ ساتھ ممبران جماعت احمدیہ کو معمولی معمولی اخلاق کی بہتری کی بھی ترغیب دِلائی۔ آپؑ نے احبابِ جماعت کو متعدد بار صحبتِ صالحین سے فیض یاب ہونے کے لیئے قادیان میں قیام کی تحریک فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء نے بھی وقتاً فوقتاً عمدہ اخلاق اپنانے کی طرف توجہ دِلائی۔ دلوں کو محبت سے جیتنے کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعتِ احمدیہ کو ایک نہایت خوبصورت مطمع نظر دیا۔ یعنی "محبت سب کے لیئے نفرت کسی سے نہیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

"مذہبی قومیں بغیر اخلاقی تعمیر کے تعمیر نہیں ہو سکتیں اور یہ تصور بالکل باطل ہے کہ انسان بد اخلاق ہو اور باخدا ہو"۔ (خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

اس موقع پر آپ نے جماعت کے سامنے "پانچ بنیادی اخلاق" کے قیام کا پروگرام رکھا۔ آپ نے تمام ذیلی تنظیموں کو ان بنیادی اخلاق کی پابندی کروائے جانے کے لیئے ذمہ دار قرار دیا۔ وہ پانچ بنیادی اخلاق کچھ یُوں ہیں۔

1۔ سچ کی عادت، 2۔ نرم زبان کا استعمال، 3۔ وُسعت حوصلہ، 4۔ دوسرے کی تکلیف کا احساس اور اسے دور کرنا، 5۔ مضبوط عزم اور ہمت۔

آج بھی جماعت کی ترقی کے لیئے سب سے اہم ذریعہ اعلیٰ اخلاق کی آبیاری ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو روزانہ اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم نے کسی کے ساتھ بد اخلاقی نہ کی ہو۔ کسی کا دل نہ دُکھایا ہو اور ہماری زندگی حضرت مسیح موعودؑ کے اس فرمان کا مظہر ہو جائے کہ

"چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لیئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا"۔ (کشتی نوح صفحہ 11)

فرزانہ سنوری

رسالہ النساء کے لئے درج ذیل بہنوں کی نگارشات گزشتہ چند ماہ کے عرصہ میں موصول ہوئیں۔ یہ مضامین وقتاً فوقتاً شاملِ اشاعت رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

مضمون	پیشکش	جماعت
صلہ رحمی	سبیکہ حفیظ احمد	سرے ساؤتھ۔ وینکوور
امتہ الباسط بھٹی	امتہ الباسط بھٹی	مسی ساگا ساؤتھ
آنحضرتؐ کی شان خاتم النبیین	شاھین نصیر	ونڈسر
غصہ کیوں حرام ہے؟	سیّدہ شہزادہ	ایئر ڈری، کیلگری
الحیاء خیر کلہٗ	اُفق بشیر	مانٹریال سنٹر
کیا آپ کو معلوم ہے؟	نائلہ حلیم	کیلگری نارتھ ویسٹ
آنحضرتؐ کے عورتوں پر احسانات	تنزیلہ وِرک	پیس وِلج سنٹر ایسٹ
رپورٹ جلسہ سیرۃ النبیؐ	راشدہ منور	سرے ساؤتھ۔ وینکوور
رپورٹ جلسہ سالانہ ویسٹرن کینیڈا	بشریٰ آفتاب	ریجنل صدر پریری
بڑھاپے کو خوبصورت بنائیں	روبینہ نسرین	سرے ساؤتھ۔ وینکوور
مذہب کی ضرورت	عائشہ افضل	ویسٹن ساؤتھ
خدا تعالیٰ کے صفاتی نام	عائشہ افضل	ویسٹن ساؤتھ
ستّاری	انجم نوید	پیس وِلج ایسٹ
تبلیغ کی اہمیت	شاھین نصیر	ونڈسر
لاہوری قلفی فالودہ	رفعت جہاں	پیس وِلج سنٹر ایسٹ
گرم پانی سے علاج۔ ٹوٹکے	روبینہ نسرین	سرے ساؤتھ۔ وینکوور
یادِ رفتگان، بڑی امی	راشدہ منور	سرے ساؤتھ۔ وینکوور
نظم۔ چُپ	امتہ السلام	کیلگری میکنائیڈ
سیرت آنحضرت ﷺ	آصفہ کاشف	ونڈسر
نظم۔ اللہ	نائلہ حلیم	کیلگری نارتھ ویسٹ
تلاوت قرآن کریم کی اہمیت	حنیفہ زمان	کیلگری ویسٹ
پکوان۔ اقوال	امتہ السلام انور	کیلگری میکنائیڈ

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اور مختلف مواقع پر بار بار اپنی اُمّت کو اخلاق کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ مسلمان عمومی طور پر رسول کی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور سنّت پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمانوں کی اسی حالت کے پیشِ نظر جب یہ حالات ہونے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔

ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو ہماری سوچ ہر وقت یہ رہے کہ ہمارا کوئی عمل اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کی بدنامی کا باعث نہ بنے بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو ہم پھیلانے والے ہوں اور دنیا کو اس سے متاثر کرنے والے ہوں

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 02 مارچ 2018ء بمطابق 02/ امان 1397 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

اسلام میں اعلیٰ اخلاق اپنانے، اچھے اخلاق ہر موقع پر ظاہر کرنے، گھروں میں بھی اور معاشرے میں بھی اور ہر سطح پر اعلیٰ اخلاق دکھانے، اپنوں اور غیروں سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی جتنی تعلیم دی گئی ہے اور کسی چھوٹے سے چھوٹے پہلو کو بھی نہیں چھوڑا گیا، کسی اور مذہب میں اس طرح تفصیل سے ان کا بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان ہی ہیں جو اس لحاظ سے عموماً نچلے ترین درجہ پر سمجھے جاتے ہیں۔ غیر مُسلم اُن پر اُنگلی اٹھاتے ہیں کیونکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کے عمل اس کے خلاف ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اور مختلف مواقع پر بار بار اپنی اُمّت کو اخلاق کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ مسلمان عمومی طور پر رسول کی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور سنّت پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمانوں کی اسی حالت کے پیشِ نظر جب یہ حالات ہونے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ لیکن اس طرف بھی یہ لوگ توجہ دینے سے انکاری ہیں بلکہ بعض لوگ مخالفت میں بعض جگہوں پر یا بعض ملکوں میں انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں اور معمولی اخلاق سے ہٹ کر، بلکہ ایک اخلاق سے نیچے گرے ہوئے شخص سے بھی گھٹیا بن کر، انتہائی گندی اور غلیظ زبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں کیلئے استعمال کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی یہ دنیا میں ہر جگہ بھگت رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا غیر مسلم ان پہ انگلی اٹھاتے ہیں ان کی یہ حالت ہم احمدیوں کو اس طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہیئے کہ ہم اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی کوشش کریں۔ تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی کوشش کریں جو اسلام کی تعلیم ہے اور جس کا اُسوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے قائم فرمایا کسی بھی رنگ میں اِن باتوں کے بارے میں نصیحت فرمائی۔ ورنہ پھر ہمیں احمدی ہونے اور کہلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ہم دیکھیں تو حیرت انگیز معیار نظر آتے ہیں۔ آپ کے گھریلو حالات کو دیکھیں تو کہیں آپؐ اپنی ایک

بیوی کے دوسری بیوی کے چھوٹے قد کا مذاق اُڑانے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہیں کہ کسی کو جذباتی تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔(سنن ابی داؤد کتاب الأدب باب فی الغیبۃ حدیث 4875) تو کہیں اس بات پر ایک بیوی کو سمجھا رہے ہیں کہ معمولی سی بھی ناپسندیدگی کا اظہار دوسری بیوی کے کسی کام پر نہیں ہونا چاہیئے۔(سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب الحکم فیمن کسر شیئا حدیث 2333)

کہیں آپ بچوں کے اخلاق بلند کرنے کی نصیحت فرماتے ہیں کہ لوگوں کے پھلوں کے درختوں پر پتھر مار کر ان کا کچا پکا پھل جو ہے وہ ضائع نہ کرو۔ آپ نے ایک بچے کو فرمایا کہ اگر بہت بھوک لگی ہوئی ہے برداشت نہیں ہوتا تو درخت سے نیچے گری ہوئی پکی کھجوریں ہیں وہ اٹھا کر کھالو۔ لیکن ساتھ ہی یہ نصیحت بھی فرمائی کہ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ مَیں تمہیں دُعا دیتا ہوں کہ تمہیں ایسی حالت کی نوبت بھی نہ آئے کہ تمہیں نیچے سے اُٹھا کے کھجوریں کھانی پڑیں۔ تم مجبور ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سامان فرماتا رہے۔(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب من قال انہ یاکل مما سقط حدیث 2622)

اس دعا کے ساتھ بچے کو بھی توجہ دلادی کہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، نہ کہ غلط طریقے سے لوگوں کے مالوں کو اٹھاؤ کیونکہ گو مجبوری میں بعض دفعہ اس طرح کی چیزیں جو نیچے زائد پڑی ہیں جائز بھی بن جاتی ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ اخلاق اختیار کرو اور یہی نیکی ہے۔ پھر ایک بچے کو تیزی سے کھانے اور اپنا ہاتھ کھانے کی پلیٹ پر یا تھالی پر پھیرنے کی وجہ سے فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔(صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام۔۔الخ حدیث 5376) پس بچوں کی تربیت بھی اس رنگ میں کرنی چاہیئے تا کہ بڑے ہو کر اُن میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں۔

پھر جھوٹ ایک گناہ ہے اور سچائی ایک نیکی ہے اور خُلق ہے۔

اس کو بچپن سے ہی بچوں کے دلوں میں قائم کرنے کیلئے آپ نے اس طرح نصیحت فرمائی کہ ایک صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور مَیں اپنے بچپن کی وجہ سے تھوڑی دیر بعد ہی گھر میں آپ کی موجودگی میں ہی کھیلنے کیلئے باہر جانے لگا تو میری ماں نے مجھے اس بابرکت ماحول سے دُور جانے سے روکنے کیلئے کہا کہ اِدھر آؤ۔ ابھی یہیں رہو۔ مَیں تمہیں ایک چیز دوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تم اسے کچھ دینا چاہتی ہو؟ میری ماں نے کہا کہ ہاں میں اسے ایک کھجور دُوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ نہ ہوتا اور تم صرف بچے کو بلانے کیلئے یہ کہتی تو تم پھر جھوٹ بولنے کا گناہ کرنے والی ہوتی۔(سنن ابی داؤد کتاب الأدب باب فی التشدید فی الکذب حدیث 4991) اب اس بچے پر بھی اس چھوٹی عمر میں سچائی کی اہمیت اور جھوٹ سے نفرت واضح ہوگئی اور بڑے ہونے تک انہوں نے یہ بات یاد رکھی اور اس کے بعد بیان فرمائی کہ میرے دل میں یہ اہمیت تھی۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو فرمایا کہ اگر تم ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ ایک برائی کم از کم چھوڑو۔(تفسیر کبیر امام رازی جلد 8 جزء 16 صفحہ 176 تفسیر سورۃ التوبہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا آجکل کے مسلمانوں کے یہ معیار ہیں کہ اس باریکی سے جھوٹ سے بچیں اور سچائی کو قائم کریں بلکہ ہمیں اپنے بھی جائزے لینے چاہیئے کہ کیا ہمارے یہ معیار ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا کہ گناہ کبیرہ یہ ہے کہ اللہ کا شرک کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا اور پھر راوی کہتے ہیں کہ آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے یہ باتیں کر رہے تھے تو اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ غور سے سنو۔ جھوٹ اور جھوٹی گواہی۔ پھر آپؐ نے فرمایا جھوٹ اور جھوٹی گواہی اور بار بار فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ یہ کہتے چلے گئے اور ہم نے خواہش کی کہ کاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جائیں۔ (صحیح البخاری کتاب الأدب باب عقوق الوالدین من الکبائر حدیث 5976)

پھر ہم اس رنگ میں بھی آپ کے اخلاق کا مظاہرہ دیکھتے ہیں۔ برداشت اور صبر کا کیا معیار ہے اور کس طرح آپ نصیحت فرماتے تھے۔ ایک بدّو مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس کی طرف روکنے کے لئے دوڑے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور جہاں پیشاب کیا ہے وہاں پانی بہادو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی آسانی کیلئے پیدا کئے گئے ہو نہ کہ تنگی کیلئے۔ اس پر وہ بدّو ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا ذکر کیا کرتا تھا۔

(سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی البول یصیب الارض حدیث 147)

آجکل تو لگتا ہے کہ مسلمان حکومتیں بھی، علماء بھی، گروہ بھی، دنیا میں تنگی پیدا کرنے کیلئے سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ نہ چھوٹی بات پہ آسانیاں پیدا کرنے والے ہیں نہ بڑی بات پہ۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تم بُرا کر رہے ہو یا اچھا کر رہے ہو تو پھر اپنے ہمسائے کی طرف دیکھو کہ وہ تمہارے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الثناء الحسن حدیث 4222) پھر افسروں کو فرمایا کہ تمہارے اعلیٰ اخلاق کا تب پتا چلے گا جب تم اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھو

گے اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ عوام کی خدمت کرو گے۔(کنز العمال جلد 6 صفحہ 710 حدیث 17517 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1885ء) یہ معیار ہمارے لیڈروں میں اور افسروں میں کہاں نظر آتے ہیں۔ پس ہمارے جو جماعتی عہدیدار ہیں ان کو بھی اس بات کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

پھر جب تمام طاقتیں آپ کو مل گئیں اور عرب پر فتوحات ہو گئیں تو ہم آپ کے معیار کا یہ حال دیکھتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے کس طرح اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کہ دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ ایسے دشمن جو جانی دشمن تھے جنہوں نے مسلسل تکلیفیں دی تھیں اور پھر یہی معافی جو ہے وہ بہت سوں کے اسلام لانے کا موجب بن گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین اخلاق کے معیار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"اللہ جلّ شانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:5) یعنی تُو ایک بزرگ خُلق پر قائم ہے۔ سو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنی ہیں یعنی یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی"۔(کونسی قسمیں) "سخاوت (ہے)، شجاعت (ہے)، عدل (ہے)، رحم، احسان، صدق، حوصلہ وغیرہ" (یعنی حوصلے سے کسی چیز کو برداشت کرنا) "تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیا، دیانت، مروّت، غیرت، استقامت، عفت، زہادت، اعتدال، مؤاسات یعنی ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق، وفا وغیرہ۔ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبّر کے مشورے سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہو گا۔ اور یہ تمام اخلاق در حقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اُس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے"۔(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 333) ایک عادتاً نہیں بلکہ ہر خلق جو ہے اس کو اس لحاظ سے استعمال کیا جائے کہ اس کے نیک نتیجے پیدا ہوں۔ بعض دفعہ سزا دینی پڑتی ہے تو سزا اِس ارادے سے کہ نیک نتائج پیدا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلیٰ اخلاق دکھانے کی مختلف حالتوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا

"اعلیٰ اخلاق کا دو حالتوں میں پتا لگتا ہے۔ ابتلاؤں میں بھی اور تنگی کی حالت میں بھی اور انعام اور کشائش کی حالت میں۔ ابتلاء اور تنگی میں جو صبر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا نمونہ دکھائے وہ اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے اور انعام اور حکومت میں جو عاجزی اور انصاف قائم کرے وہ اعلیٰ اخلاق والا کہلا سکتا ہے اور یہ دونوں حالتیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں روشن ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ کس طرح فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"انسان کے اخلاق ہمیشہ دو رنگ میں ظاہر ہو سکتے ہیں یا ابتلا کی حالت میں اور یا انعام کی حالت میں۔ اگر ایک ہی پہلو ہو اور دوسرا نہ ہو تو پھر اخلاق کا پتا نہیں مل سکتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مکمل کرنے تھے اس لئے کچھ حصہ آپ کی زندگی کا مکی ہے کچھ مدنی، مکہ کے دشمنوں کی بڑی بڑی ایذا رسانی پر صبر کا نمونہ دکھایا اور باوجود اِن لوگوں کے کمال سختی سے پیش آنے کے پھر بھی آپ اِن سے حِلم اور بُردباری سے پیش آتے رہے اور جو پیغام خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اس کی تبلیغ میں کوتاہی نہ کی۔ پھر مدینہ میں جب آپ کو عروج حاصل ہوا اور وہی دشمن گرفتار ہو کر پیش ہوئے تو ان میں سے اکثروں کو معاف کر دیا۔ باوجود قوتِ انتقام پانے کے پھر انتقام نہ لیا۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 195-196-ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا مزید ذکر کرتے ہوئے آپ مزید فرماتے ہیں کہ

"ان باتوں کو نہایت توجہ سے سننا چاہیئے۔ اکثر آدمیوں کو میں نے دیکھا اور غور سے مطالعہ کیا ہے کہ بعض سخاوت تو کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی غصہ وَر اور زُود رَنج ہیں"۔(بڑے سخی ہیں لوگوں کو دیتے بھی ہیں لیکن ساتھ غصہ بھی آجاتا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر ناراضگی بھی آجاتی ہے۔ کسی کو دِیا تو اس کے بعد پھر احسان بھی جتا دیا۔ ناراضگی ہوئی تو)۔ فرمایا کہ "بعض حلیم تو ہیں لیکن بخیل ہیں۔ بعض غضب اور طیش کی حالت میں ڈنڈے مار مار کر گھائل کر دیتے ہیں مگر تواضع اور انکسار نام کو نہیں۔ بعض کو دیکھا ہے کہ تواضع اور انکسار تو اُن میں پرلے درجہ کا ہے مگر شجاعت نہیں ہے۔۔۔" (عاجزی ہے، انکساری ہے لیکن بہادری نہیں۔ ذرا سی کوئی بات موقع آئے تو فوراً بزدلی دکھانے لگ جاتے ہیں)۔ فرمایا کہ ہر انسان جامع صفات بھی نہیں ہوتا۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی ہے کہ " بالکل محروم بھی نہیں ہے۔" اور پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے

اخلاق کے بارے میں سب سے اکمل نمونہ اور نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو جمیع اخلاق میں کامل تھے اسی لئے آپ کی شان میں فرمایا۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 132-133۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس تکالیف کے زمانہ میں بھی آپ نے اخلاق دکھلائے اور صبر کا وہ مظاہرہ کیا کہ دنیا حیران ہوگئی اور تمام عرب کی حکومت ملی جیسا کہ فرمایا کہ میں نے تو تمام ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ پس اخلاق کے اعلیٰ معیار ہیں جو ہر حالت میں ایک حقیقی مسلمان کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے کو ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں اور دکھانے چاہئیں۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری کس طرح رہنمائی فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں فرماتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ اعلیٰ اخلاق ایسے تھے جنہوں نے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا اور ایک اعجاز دکھایا۔ پھر آپ ہمیں فرماتے ہیں کہ اگر تم اس سنت پر چلتے ہوئے اپنے اخلاق اچھے کر لو اور ہر خُلق کو موقع اور محل کے مطابق استعمال کرو تو تم بھی اعجاز دِکھانے والے بن سکتے ہو۔

آپ فرماتے ہیں ”خوارق پر تو کسی نہ کسی رنگ میں لوگ عذرات پیش کر دیتے ہیں اور اس کو ٹالنا چاہتے ہیں لیکن اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق ہی کا دیا گیا۔ جیسے فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔

”فرمایا ”یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی اعجاز کا نمبر اُن سب سے اوّل ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکے گی“۔ فرمایا کہ ”مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو اپنے اخلاق سیّئہ کو چھوڑ کر (بُرے اخلاق کو چھوڑ کر) عادات ذمیمہ کو ترک کر کے خصائل حسنہ کو لیتا ہے۔“ (اچھی خصلتیں اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔) ”اس کیلئے وہی کرامت ہے“۔ (تو یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ اگر اس طرح کر لو کہ بُرے اخلاق کو چھوڑ دو اور نیکیاں اپنے اندر پیدا کر لو۔) ”مثلاً اگر بہت ہی سخت تُند مزاج اور غصہ وَر اِن عاداتِ بد کو چھوڑتا ہے اور حلم اور عفو کو اختیار کرتا ہے یا اِمساک کو چھوڑ کر سخاوت اور حسد کی بجائے ہمدردی حاصل کرتا ہے تو بیشک یہ کرامت ہے“۔ (سخت مزاج آدمی ہے۔ غصہ ور آدمی ہے۔ یہ بُری عادتیں ہیں انکو چھوڑ کر نرمی اور معاف کرنے کی صفت اختیار کرتا ہے یا کنجوسی کو چھوڑ کر سخاوت کرتا ہے، اپنے ہاتھ کو روکے رکھنے کی بجائے اور حسد کے بجائے ہمدردی کرتا ہے تو اگر ایسی تبدیلی پیدا کر لو تو یہ ایک کرامت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نتیجے بھی دکھاتی ہے۔ ”اور ایسا ہی خودستائی اور خود پسندی کو چھوڑ کر جب انکساری اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو یہ فروتنی ہی کرامت ہے“۔ (اپنے آپ کی تعریف کرنا یا اپنے آپ کو اظہار کرنا یا تعریف کروانا ان باتوں کو چھوڑ کر عاجزی اختیار کرو تو یہ کرامت بن جائے گی۔)

فرمایا ”پس تم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ کراماتی بن جاوے۔ مَیں جانتا ہوں ہر ایک یہی چاہتا ہے۔ تو پس یہ ایک مدامی اور زندہ کرامت ہے۔ انسان اخلاقی حالت کو درست کرے کیونکہ یہ (ایک) ایسی کرامت ہے جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا بلکہ نفع دُور تک پہنچتا ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ خَلق اور خَالق کے نزدیک اہلِ کرامت ہو جاوے۔ بہت سے رِند اور عیّاش ایسے دیکھے گئے ہیں جو کسی خارق عادت نشان کے قائل نہیں ہوئے لیکن اخلاقی حالت کو دیکھ کر انہوں نے بھی سر جھکا لیا ہے اور بجز اقرار اور قائل ہونے کے دوسری راہ نہیں ملی۔ بہت سے لوگوں کے سوانح میں اس امر کو پاؤ گے کہ انہوں نے اخلاقی کرامات ہی کو دیکھ کر دینِ حق کو قبول کر لیا۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 141-142۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

بظاہر عموماً دنیادار بھی اخلاق دکھا رہے ہوتے ہیں لیکن جس بات کو اخلاق کا نام دیا جاتا ہے وہ حقیقت میں عموماً ایک دکھاوا ہوتا ہے اور صرف اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے کیلئے یہ کر رہے ہوتے ہیں جہاں اپنے ذاتی مفادات بھی نہ ہوں وہاں اپنے آپ کو اچھا ثابت کرتے ہیں۔ دل میں کچھ اور ہوتا ہے یا پھر بعض دفعہ کسی بڑے افسر کے سامنے یا بڑے امیر آدمی کے سامنے اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ بڑے اچھے اخلاق ہیں حالانکہ وہ مداہنت ہے۔ ایسی چیز ہے جو کمزوری ہے اور خوف کے مارے یا بزدلی کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کیونکہ یہ اسلام کے سچے اخلاق نہیں ہیں۔ بلکہ اعلیٰ خُلق یہ ہے کہ دل سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہو۔ اگر ہمدردی ہے تو دل سے ہو۔ اگر دوسری باتوں کا اظہار ہے تو دل سے ہو۔

چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا ”اخلاق دو قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک تو وہ ہیں جو آجکل کے نو تعلیم یافتہ پیش کرتے ہیں کہ ملاقات وغیرہ میں زبان سے چاپلوسی اور مداہنہ سے پیش آتے ہیں اور دلوں میں نفاق اور کینہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ اخلاق قرآنِ شریف کے خلاف ہیں۔

دوسری قسم اخلاق کی یہ ہے کہ سچی ہمدردی کرے۔ دل میں نفاق نہ ہو اور چاپلوسی اور مداہنہ وغیرہ سے کام نہ لے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91) تو یہ کامل طریق ہے"۔ (عدل کرو۔ انصاف سے کام لو۔ جو حقیقت ہے اس کو بیان کرو) پھر ایسی صورتیں پیدا ہوتی ہیں جہاں احسان کرنے کی ضرورت ہے وہاں احسان کرو۔ پھر اس سے آگے بڑھو تو دوسروں سے اس طرح سلوک کرو ایسے اخلاق دکھاؤ جس طرح ایک ماں اپنے بچے سے کرتی ہے یا کوئی بہت قریبی رشتہ دار قریبی رشتے سے کرتا ہے۔) تو فرمایا کہ "یہ کامل طریق ہے اور ہر ایک کامل طریق اور ہدایت خدا کے کلام میں موجود ہے جو اس سے رُوگردانی کرتے ہیں وہ اور جگہ ہدایت نہیں پاسکتے۔ اچھی تعلیم اپنی اثر اندازی کیلئے دل کی پاکیزگی چاہتی ہے۔ جو لوگ اس سے دُور ہیں اگر عمیق نظر سے ان کو دیکھو گے تو اُن میں ضرور گند نظر آئے گا۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 200۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اس کیلئے دل کی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکموں پر چلانے کی ضرورت ہے۔

فرمایا کہ "زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ نماز، (اور) صدق وصفا میں ترقی کرو"۔ ملفوظات جلد 6 صفحہ 200۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) اپنی عبادتوں میں ترقی کرو۔ اپنے سچائی کے معیار کو بڑھاؤ۔ اپنی ہر بات میں سچائی پیدا کرو۔

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ نیکیاں کیا ہیں؟ بعض سمجھتے ہیں کہ صرف ظاہری نمازیں اور عبادت ہی نیکی ہے یا معمولی اخلاق دکھا دیئے تو بڑی نیکی ہو گی اور دوسرے بہت سارے بنیادی اخلاق کی پرواہ نہیں کرتے۔

اس پر بڑے خوبصورت انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے" (ایک چابی ہے اس کی۔) "جو لوگ اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے وہ رفتہ رفتہ بے خیر ہو جاتے ہیں"۔ (ان سے پھر کوئی خیر نہیں ہوتی فائدہ نہیں پہنچتا)

فرمایا کہ "میرا تو یہ مذہب ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز کام آتی ہے۔ زہر اور نجاست بھی کام آتی ہے۔۔ اسٹرکنیا بھی کام آتا ہے۔ اعصاب پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ مگر انسان جو اخلاقِ فاضلہ کو حاصل کر کے نفع رساں ہستی نہیں بنتا" (یہ زہر بھی کام آسکتے ہیں۔ گند بھی کام آسکتا ہے لیکن اخلاق فاضلہ کو حاصل کرتا ہے۔ اگر انسان ایسا نہیں کرتا اور لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا) تو فرمایا کہ "ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بھی کام نہیں آسکتا۔" (پس انسان تبھی کام آسکتا ہے جب اس میں اعلیٰ اخلاق ہوں۔)

فرماتے ہیں کہ "مُردار حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی تو کھال اور ہڈیاں بھی کام آجاتی ہیں۔ اُس کی تو کھال بھی کام نہیں آتی اور یہی وہ مقام ہے جہاں انسان بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ (الاعراف:180) کا مصداق ہو جاتا ہے"۔ (انتہائی گری ہوئی چیز بن جاتا ہے۔) "پس یاد رکھو کہ اخلاق کی درستی بہت ضروری چیز ہے کیونکہ نیکیوں کی ماں اخلاق ہی ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 76۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اگر اخلاق پیدا ہوں گے تو دوسری نیکیاں کرنے کی بھی توفیق ملے گی روزمرہ معاملات میں یہ اخلاق کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کے چڑ جاتے ہیں۔" (کوئی سوالی آئے تو اس کو دیکھ کے چِڑ جاتے ہیں۔ کوئی ضرورت مند آئے تو اس کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں۔) "اور کچھ مولویت کی رَگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سوال کے مسائل سمجھانا شروع کر دیتے ہیں"۔ (مسائل بیان کرنے شروع کر دیتے ہیں بجائے اس کے کہ اُس کو دیں۔ مانگنے والا آیا ہے تو وہ اس سے علمی باتیں شروع کر دیں گے یا سوال کرنے کی برائیاں اور اچھائیاں بیان کرنی شروع کر دیں گے۔)

فرمایا "اور اس پر اپنی مولویت کا رعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سُست بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے جو ایک نیک دل اور سلیم الفطرت انسان کو ملتا ہے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے سوال کرتا ہے تو وہ خود گناہ کرتا ہے"۔ (اگر کوئی سوالی ایسا ہے جو صحت کے باوجود سوال کرنے آیا ہے تو اُس کا گناہ اُس کے سر ہے۔ تمہارے پاس کچھ ہے، مانگ رہا ہے تو اس کو دے دو۔) "اس کو کچھ دینے میں تو گناہ لازم نہیں آتا۔ بلکہ حدیث شریف میں لَوۡ اَتَاکَ رَاکِباً کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی خواہ سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہیئے اور قرآن شریف میں وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ (الضحیٰ:11) کا ارشاد آیا کہ سائل کو مت جھڑک"۔

فرمایا"اس میں یہ کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک اور فلاں قسم کے سائل کو جھڑک۔ پس یاد رکھو کہ سائل کو نہ جھڑکو"۔(سوالی، سوال کرنے والے کو نہ جھڑکو)"کیونکہ اس سے ایک قسم کی بداخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلد ہی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے اور بدی کا وارث بنادے"۔

پھر آپ فرماتے ہیں

"غور کرو کہ ایک نیکی کرنے سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پر ایک بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک چیز سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پر ایک بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک چیز دوسری چیز کو جذب کرتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ تجاذب کا مسئلہ"۔(یہ جذب کرنے کا مسئلہ)"ہر فعل میں رکھا ہوا ہے۔ پس جب سائل سے نرمی کے ساتھ پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے دے گا۔"(سائل سے نرمی کے ساتھ جب تُو پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے دے گا)"تو قبض دُور ہو کر دوسری نیکی بھی کرلے گا۔"(یعنی جو دل میں ایک روک پیدا ہو جاتی ہے وہ دُور ہو جائیگی اور پھر دوسری نیکیوں کی بھی توفیق ملے گی)"اور اس کو کچھ دے بھی دے گا"۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 75-76۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ہمارے معاشرے میں عموماً والدین کے بارے میں یہ سوال ہوتا ہے۔ والدین اگر احمدی نہیں یا مخالفت کر رہے ہیں تو ان کا احترام کس طرح آپ نے قائم فرمایا۔

آپؑ نے شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی کو ان کے والد کے بارے میں دریافت فرماتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ"اُن کے حق میں دعا کیا کرو۔ ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو"۔ (کیونکہ وہ مسلمان نہیں تھے اس لئے اُن کو اپنا نمونہ دکھاؤ تا کہ وہ اسلام کی سچائی کے قائل ہو جائیں۔)

"اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کرسکتے۔ سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیّز شخص ہوتا ہے۔ شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور میں جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ دل و جان سے اُن کی خدمت بجا لاؤ"۔

(ملفوظات جلد4 صفحہ 175۔ حاشیہ نمبر1۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپ نے ایک موقع پر فرمایا"اخلاق ہی ہیں جو انسان اور جانوروں میں فرق کرتے ہیں"۔اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا "اوّل چارپایہ کیفیت اور کمیت میں فرق نہیں کرسکتا اور جو کچھ آگے آتا ہے اور جس قدر آگے آتا ہے کھاتا ہے۔ جیسے کتّا اس قدر کھاتا ہے کہ آخر قے کرتا ہے"۔(کیا کیفیت ہونی چاہیئے۔ کس حالت میں ہونی چاہیئے۔ کس طرح ہونی چاہیئے اور اس میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ کتّے کی مثال دی کہ اس کو یہ نہیں پتا کتنا کھانا ہے۔ وہ کھاتا چلا جاتا ہے اور آخر قے کر دیتا ہے۔ یہاں ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کا یہی حال ہے۔ لالچ ختم ہی نہیں ہوتی اور جائز اور ناجائز طریقے سے چاہے وہ کھانا ہو یا لوگوں کا مال ہو کھانے کی کوشش کرتے ہیں)

فرمایا"دوسرا یہ کہ اَنعام حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتے"۔ (ایک تو یہ ہے کہ ان کو یہ فرق نہیں پتا کہ کیسی حالت رہنی چاہیئے۔ کس طرح رہنی چاہیئے۔ روحانیت کیا کہتی ہے اور کس حد تک تمہیں اپنے جائز ذرائع سے کھانے اور کمانے کی اجازت دیتی ہے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ جیبیں بھرتے چلے جاؤ اور اپنے خزانے بھرتے چلے جاؤ بلکہ اس کا اندازہ ہونا چاہیئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جانور حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ فرمایا"ایک بیل (مثلاً بیل کی مثال ہے) کبھی یہ تمیز نہیں کرتا کہ یہ ہمسایہ کا کھیت ہے اس میں نہ جاؤں"۔(کھلا بیل ہے، جانور ہے گھاس چر رہا ہے تو اپنے کھیت سے اگر باڑ نہیں لگی ہوئی تو دوسرے کھیت میں بھی چلا جائے گا۔ اس کو تمیز ہی نہیں ہے) تو فرمایا کہ"ایسا ہی ہر ایک امر جو کھانے کے لحاظ سے ہو (وہ) نہیں کرتا۔ ۔۔"فرمایا"یہ لوگ جو اخلاقی اصولوں کو توڑتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے کہ گویا انسان نہیں۔ پاک پلید کا تو یہ حال (ہے کہ) عرب میں مردہ کتّے کھالیتے تھے۔۔۔"(پھر آگے آپ نے مثال دی کہ اس زمانے میں بھی لوگ کھالیتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ)"یتیموں کا مال کھانے میں کوئی تردّد و تامّل نہیں جیسے یتیم کا گھاس گائے کے سامنے رکھ دیا جاوے، بلا تردّد کھالے گی"(یعنی کہ گائے جو ہے اس کے سامنے گھاس رکھ دو، چاہے وہ جائز طریقے سے آیا ہے یا ناجائز طریقے سے، تو گائے نے تو کھا لینا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ یتیموں کا مال جائز اور ناجائز طریقے سے کھالیتے ہیں۔) فرمایا"ایسا ہی ان لوگوں کا حال

ہے۔یہی معنی ہیں وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (محمد:13) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا"۔(جب ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں تو پھر ایسے انسانوں کا ٹھکانہ دوزخ بن جاتا ہے۔)

فرمایا"غرض یاد رکھو کہ دو پہلو ہیں۔ایک عظمتِ الٰہی کا۔جو اس کے خلاف ہے وہ بھی اخلاق کے خلاف ہے۔اور دوسرا شفقت علیٰ خلق اللہ کا۔پس جو نوع انسان کے خلاف ہو وہ بھی اخلاق کے بر خلاف ہے"۔(اللہ کے حقوق ادا نہیں کرتے۔اس کی عظمت نہیں مانتے۔اس کی عبادت نہیں کرتے۔اس کی باتوں کو توجہ سے نہیں سنتے۔اس کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو یہ بھی اخلاق نہیں۔اور اگر لوگوں کے حق ادا نہیں کرتے۔ناجائز طریقے سے ان کے مال کھاتے ہو۔نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہو یا اور طریقے سے بد اخلاقی دکھاتے ہو تو یہ بھی اخلاق کے خلاف ہے۔)آپ فرماتے ہیں"آہ بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ان باتوں پر جو انسان کی زندگی کا اصل مقصد اور غرض ہیں غور کرتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 78-79۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک برائی تکبر کی ہے جو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مُورد بنا دیتی ہے۔آپ فرماتے ہیں"صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاقِ رذیلہ کے بہت سے جنّ ہیں"۔(گھٹیا اخلاق کے بہت سے جنّ ہیں جو انسان کے اندر ہوتے ہیں۔)"اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں۔مگر سب سے آخری جنّ تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے"۔

فرمایا"بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں"(بڑی عاجزی دکھاتے ہیں۔سمجھتے ہیں کہ ہم بہت عاجز ہیں)"لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔اس لئے تکبر کی باریک در باریک قِسموں سے بچنا چاہیئے۔بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے۔دولتمند متکبّر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبّر ہوتا ہے۔سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے۔۔۔بعض وقت تکبر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اس کا عیب پکڑ لیتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ اس کو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔غرض مختلف قسمیں تکبّر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں۔ان سب سے بچنا چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد6 صفحہ 402 ۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں

"کسی کو اخلاق کی قوت نہیں دی گئی مگر اس کو بہت سی نیکیوں کی توفیق ملی۔ترکِ اخلاق ہی بدی اور گناہ ہے۔جب اخلاق کو ترک کر دو گے تو یہ بدی اور گناہ بن جاتا ہے اور پھر اس سے نیکیوں کی یہ توفیق بھی ختم ہو جاتی ہے"۔

فرمایا"ایک شخص جو مثلاً زنا کرتا ہے اس کو خبر نہیں کہ اس عورت کے خاوند کو کس قدر صدمہ عظیم پہنچتا ہے۔"(کسی عورت کے ساتھ اگر زنا کیا ہے،شادی شدہ تھی)"اب اگر یہ اُس تکلیف اور صدمے کو محسوس کر سکتا اور اس کو اخلاقی حصہ حاصل ہوتا تو ایسے فعلِ شنیع کا مرتکب نہ ہوتا۔اگر ایسے نابکار انسان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس فعل بد کے ارتکاب سے نوع انسان کیلئے کیسے کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں تو ہٹ جاتا"۔

فرمایا"ایک شخص جو چوری کرتا ہے کمبخت ظالم اتنا بھی تو نہیں کرتا کہ رات کے کھانے کے واسطے(کسی غریب آدمی کے گھر میں چوری کر لیتا ہے اس کیلئے کچھ)"ہی چھوڑ جائے۔اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک غریب کی کئی سالوں کی محنت کو ملیامیٹ کر دیتا ہے"۔

پھر آپ فرماتے ہیں"اب اگر ان حالتوں کو محسوس کرتا اور اخلاقی حالت سے اندھا نہ ہوتا تو کیوں چوری کرتا۔آئے دن اخبارات میں دردناک موتوں کی خبریں پڑھنے میں آتی ہیں کہ فلاں بچہ زیور کے لالچ سے مارا گیا۔فلاں جگہ کسی عورت کو قتل کر ڈالا۔۔۔اب سوچ کر دیکھو کہ اگر اخلاقی حالت درست ہو تو ایسی مصیبتیں کیوں آئیں؟ممکن ہے کہ اپنے جیسے انسان پر مصیبت آئے اور یہ محسوس نہ کرے"۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 77 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اگر یہ اخلاق ہی نہ ہوں،احساس ہی نہ ہو،اللہ تعالیٰ کا خوف ہی نہ ہو تو تبھی یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔نہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کا خوف ہو یا انسانیت انسان میں ہو تو کبھی اس قسم کی حرکتیں نہ کریں۔

اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

"جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔اس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ہمارے جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہو گئی ہے"۔(لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتا کہ جماعت میں کیا ترقی ہو گئی ہے)"اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء غیظ و

غضب میں مبتلا ہیں"۔(یہ الزام بھی ہم پر لگاتے ہیں کہ غیظ وغضب میں بھی مبتلا ہیں اور افترا بھی کرتے ہیں۔)"کیا یہ ان کیلئے باعثِ ندامت نہیں ہے کہ انسان عمدہ سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا"۔(ایسے لوگ جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں تو پھر ان کو شرمندہ ہونا چاہیئے۔)فرمایا"جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے۔۔"(اس لئے تم لوگ بھی جو بیعت میں آئے ہو تو لوگ جو الزام لگاتے ہیں کہ یہ ہوا یہ ہوا۔وہ الزامات تمہارے پہ سچ ثابت نہیں ہونے چاہئیں۔)فرمایا"روحانی باپ آسمان پر لے جاتا"(جس طرح جسمانی باپ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے اور ظاہری زندگی کا باعث بنتا ہے اسی طرح روحانی باپ آسمان پر لے جاتا ہے)"اور اس مرکز اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے"فرمایا کہ"کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے آپ کو بدنام کرے؟طوائف کے ہاں جاوے؟اور قمار بازی کرتا پھرے۔شراب پیوے یا اور ایسے فعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا موجب ہوں"۔فرمایا

"مَیں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو پسند کرے۔لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبانِ خَلق بند نہیں ہو سکتی۔لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بدکام کرتا ہے۔پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔"(اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آجائیگا)"کیونکہ وہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ دوسروں کیلئے ایک برا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے"۔(بدنمونہ جو لوگ دیکھیں گے تو ان کو پھر اس جماعت سے دُوری پیدا ہو جائیگی۔وہ قریب نہیں آئیں گے۔اور پھر اس سعادت سے،جماعت میں شامل ہونے کی جو برکات ہیں اس سے محروم رہ جائیں گے۔)"پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔جہاں عاجز آجاؤ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں"۔فرمایا"یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کیلئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے"۔(اگر دوسرے انسان کیلئے ہمدردی کا جوش نہیں تو پھر وہ بخیل اور کنجوس ہے۔)"اگر میں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ مَیں پکار پکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔اس امر کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے کہ کوئی اس پر عمل کرتا ہے یا نہیں"۔

(ملفوظات جلد1صفحہ146-147ایڈیشن1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں

"جب تک انسان مجاہدہ نہ کرے گا،دعا سے کام نہ لے گا،وہ غمرہ جو دل میں پڑ جاتا ہے دُور نہیں ہو سکتا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:12) یعنی خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی آفت اور بلا کو جو قوم پر آتی ہے دُور نہیں کرتا ہے جب تک خود قوم اس کو دُور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ہمت نہ کرے۔شجاعت سے کام نہ لے تو کیونکر تبدیلی ہو۔یہ اللہ تعالیٰ کی ایک لاتبدیل سنّت ہے جیسے فرمایا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الاحزاب:63) پس ہماری جماعت ہو یا کوئی ہو وہ تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ مجاہدہ اور دعا سے کام لیں ورنہ ممکن نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد1صفحہ137-ایڈیشن1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ رسول پر چلتے ہوئے اپنے اخلاق کو ہر لحاظ سے اور ہر موقع پہ اور ہر جگہ اور ہر صورت میں بہتر سے بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ہمارے اخلاق کے معیار اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہوں،نہ کہ دنیا دکھاوے کیلئے۔مخلوق کی سچی ہمدردی ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔تقویٰ کے معیار بلند کرنے والے ہم ہوں۔ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو ہماری سوچ ہر وقت یہ رہے کہ ہمارا کوئی عمل اسلام،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کی بدنامی کا باعث نہ بنے بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو ہم پھیلانے والے ہوں اور دنیا کو اس سے متاثر کرنے والے ہوں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم اخلاق کے معیاروں کو بڑھانے کی ہر وقت کوشش کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر دعا سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کے حصول کیلئے مدد طلب کرنے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم شیخ عبد المجید صاحب ابن شیخ عبد الحمید صاحب حلقہ ڈیفنس سوسائٹی کراچی کا ہے۔15 فروری کو 88 سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا حضرت شیخ نور احمد صاحب

جالندھر کے ذریعہ سے آئی تھی جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب انجام آتھم میں 313 صحابہ کی فہرست میں 242 نمبر پر شیخ نور احمد صاحب جالندھری حال ممباسہ کے نام سے کیا ہے۔

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 328)

یہ 1929ء میں جالندھر میں یہ پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام کالج میں قادیان سے ایف ایس سی (FSc) کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیمیکل انجنیئرنگ میں ایم ایس سی (MSc) کی اور کالج میں ٹاپ بھی کیا۔ پھر 1951ء سے 1953ء تک یہاں کے یوکے کی سرے (Surrey) یونیورسٹی میں میٹالوجیکل انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ اور اس کے بعد پھر آپ کو کراچی میں جماعتی خدمات انجام دینے کی توفیق ملی۔ سیکرٹری جائیداد، صدر امداد کمیٹی، حلقے کے صدر تھے۔ نائب امیر کراچی کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ مجلس تحریکِ جدید مرکزیہ کے ممبر تھے۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹی ہیں سلمٰی طارق جو طارق سجاد صاحب کی اہلیہ ہیں اور دو نواسے اور ایک نواسی ہیں۔

ان کے نواسے لکھتے ہیں کہ قادیان میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کے بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق تھا۔ اور کہتے ہیں میٹرک کے امتحان میں انگریزی کا پرچہ اچھا نہیں ہوا تو یہ مسجد کی طرف آرہے تھے تو راستے میں حضرت مولانا شیر علی صاحب ملے۔ وہ مسجد سے نکل رہے تھے۔ مولانا صاحب نے امتحان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ پرچہ اچھا نہیں ہوا۔ مولانا شیر علی صاحب نے ہاتھ اٹھا کر وہیں دعا کی اور ان کو کہا کہ آپ پاس ہو جائیں گے۔ خوشخبری دی۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد دعا ایسی قبول ہوئی کہ ہر امتحان میں مَیں پاس ہی ہوتا چلا گیا۔ تنگی اور خوشی کے مختلف حالات اُن پر آئے۔ یہاں سے جانے کے بعد مختلف نوکریاں بھی انہوں نے کیں اور جماعتی مخالفت کی وجہ سے بھی یا افسران کے آپس کے کچھ غلط روّیوں کی وجہ سے ان کو نوکریوں سے نکالا جاتا رہا۔ آخر انہوں نے کاروبار شروع کیا اور کاروبار میں یہ عہد کیا کہ اپنے خرچ کیلئے کچھ تھوڑا سا رکھوں گا۔ باقی جو کچھ ہو گا وہ جماعت کو پیش کر دیا کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے تازندگی اس عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے کیا تھا نبھایا۔ انہوں نے بزنس کیا۔ کارخانے لگائے اس کا جو بھی منافع آتا اس سے بے انتہا انہوں نے جماعت پر خرچ کیا اور جماعت کو ہمیشہ چندہ دیتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب ایم ٹی اے کا اجراء فرمایا تو اس وقت بھی انہوں نے فوری طور پر ایک کروڑ روپیہ وہاں ادا کر دیا۔ اسی طرح رشیا میں ایک دفعہ مسجد بنانے کا خیال پیدا ہوا تھا تو اس وقت تحریک سے پہلے احمدیوں کا ایک رشین وفد یہاں آکے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں باتیں ہو رہی تھیں تو اسی دوران میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو پرائیوٹ سیکرٹری نے بتایا کہ شیخ صاحب نے بغیر کسی تحریک کے یہ خطیر رقم وہاں مسجد کیلئے دی ہے۔ اور پرائیوٹ سیکرٹری نے ان کو بتایا کہ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بڑا خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

اسی طرح وہاں کے مربی صاحب لکھتے ہیں کہ 2010ء میں جب دارالذکر میں اور ماڈل ٹاؤن میں 28 مئی کا واقعہ ہوا تو وہ کہتے ہیں کہ اسی دن شام کو میں دفتر گیا تو دیکھا کہ وہاں کے سیکرٹری مال ایک رسید کاٹ رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ صفر پہ صفر ڈال رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ غلطی سے تو نہیں کر رہے۔ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ ابھی شیخ صاحب سیدنا بلال فنڈ کیلئے ایک کروڑ روپے کی رقم دے کر گئے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی اشاعت کیلئے انہوں نے بڑی خطیر رقمیں دیں۔

جماعت کراچی کے بیشمار پراجیکٹ تھے ان کیلئے چندے دیئے اور انہوں نے ہمیشہ بڑی سادگی سے زندگی گزاری۔ ان کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ شخص دو فیکٹریوں کا مالک اور بڑا آدمی ہے کیونکہ جو کمائی ہوتی تھی اپنے اخراجات کیلئے اور گھر کے اخراجات کیلئے رکھ کے باقی جماعت کو دے دیا کرتے تھے اور آخر میں بھی یہی وصیت کر کے گئے کہ یہ جو میری جائیداد ہے یہ جماعت کی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے نواسوں نواسی کو اور بچوں کو، بیٹی کو بھی صبر و حوصلہ عطا فرمائے اور ان کے نیک نمونوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نمازوں کے بعد ان کا نمازِ جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

خلافت ایک نعمتِ عظمیٰ

حنیفہ عندلیب
کیلگری ویسٹ

عطائے خاص سے ملی ہے ہم کو یہ نعمت خلافت کی
سعادت ہے ہمیں حاصل خدا کی اس عنایت کی

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اور کسی دور میں بھی یہ انعامِ الٰہی موقوف نہیں ہوا۔ انبیاء مرسلین کی بعثت کے علاوہ زمانہ کی روحانی ضرورتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نیک و پاک بندے ابدال و کتاب وحی الٰہی کی روشنی میں بنی نوع انسان کے لیئے مینارۂ نور ثابت ہوتے رہے۔

افضل الرُسل، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ سلسلۂ نبوت کے بلند مقام پر فائز تھے اور آپؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دینِ حق مکمل کر دیا اور شریعتِ محمدیہ کو قیامت تک جاری و ساری فرمایا۔ آپؐ کے وصال کے بعد خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوئی جو دراصل آپؐ ہی کے فیضان کا پرتو تھی۔ بعد ازاں آئمہ کرام اور مجددّ دین دنیا میں جلوہ افروز ہو کر سلسلۂ حق کی ترویج اور اشاعت کا فریضہ ادا کرتے رہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری و ساری ہے اور قیامت تک چلتا چلا جائے گا جس طرح سورج کے غروب ہو جانے پر چاند طلوع ہو کر اپنی چاندنی بکھیرتا ہے اور پھر اندھیری راتوں میں ستاروں کی روشنی راہ دکھاتی ہے اسی طرح نور و روشنی کے یہ مینار وقت کے ساتھ اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے روحانی طور پر دُنیا کو منوّر رکھتے ہیں۔ یہی خلافتِ حقہ ہے اس زمانہ میں بھی دُنیائے خلافت کے پانچ دور بچشمِ خود ملاحظہ کئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات نے جماعت کو ہلا کر رکھ دیا اور وقتی طور پر جماعت کے ہر فرد کو گہرا صدمہ پہنچا۔ معاندین نے خوشی کا اظہار کیا لیکن خدائی وعدوں کے تحت آپؑ کے بعد جماعت نصرتِ الٰہی سے جلوہ افروز ہوئی اور خلافت کے مظہر اوّل نے اس انعام کو اس قدر مستحکم کیا کہ باوجود نامساعد حالات کے اور مخالفتوں کے یہ نظام مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔

خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد جماعت کے مخالفین کو ایک بار پھر تنقید کا موقع ملا۔ لیکن خدائے ذوالجلال نے مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جیسے اُولوالعزم ارجمند سے نواز دیا۔ آپؓ کے 52 سال شاندار دورِ خلافت میں جماعت کی ترقی کا ایک ایسا عظیم الشان نظام معرضِ وجود میں آیا جس نے دُنیا بھر میں جماعت کی مضبوط جڑیں پھیلا دیں۔ آپؓ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا 17 سال پر محیط دور بھی جماعت کے لئے دن دُوگنی رات چوگنی ترقی کا دور ثابت ہوا۔ آپ کے دور میں پاکستان میں جماعت کو انتہائی نازک حالات کا سامنا رہا۔ اس پُر آشوب دور میں بھی خلافت کا سایہ جماعت کو ترقی دیتا چلا گیا۔ پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خلافت کا دور آیا تو حال کچھ یُوں تھا کہ

آسماں پر دعوتِ حق کے لیئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

اس دور کے ابتداء میں بعض نادانوں نے چاہا تھا کہ اس سلسلہ کو اُکھاڑ پھینک دیا جائے اور جماعت کے روحِ رواں کو بے دست و پا کر دیا جائے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور خلافت کی برکات شاملِ حال رہیں اور جماعت اپنے امام کی سربراہی میں ہر لحاظ سے ترقی کی منازل طے کرتی چلی گئی اور یہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنے پانچویں امام کی سربراہی میں دعاؤں کے ساتھ ترقیات کے ایک نئے دَور میں داخل ہوا۔

پس جماعت احمدیہ کی تاریخ کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر بار جماعت عارضی خوف کے بعد دینِ حق پر متمکن ہوتی چلی گئی اور جماعتِ احمدیہ کی ہر بار پہلے سے زیادہ تمکین، تنظیم اور وسعت اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ الٰہی سلسلے کبھی بھی رُشد و ہدایت سے عاری نہیں رہے اور خدا تعالیٰ کی نصرت ہر دور میں اُن کے شاملِ حال رہی۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس پر ہر احمدی کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ساری خیر و برکت اطاعت و فرمانبرداری میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ اس نعمتِ عظمیٰ سے وابستہ رکھے اور اسکی برکات سے نوازے۔ آمین۔

محبت کے جذبے وفا کا قرینہ
اخوت کی نعمت ترقی کا زینہ
خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

صلہ رحمی

امتہ القیوم اعجاز----احمدیہ ابوڈ آف پیس

اوّل پوزیشن یافتہ مضمون بر موقع
تعلیمی مقابلہ مضمون نویسی سال 2017ء

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۔ (النساء:2)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

اِرحام لفظ رحم کی جمع ہے۔ یہاں تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ خدا کی ناراضگی کے خوف سے بچتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرنا یعنی اللہ کے حقوق کا خیال رکھنا اور رحمی تعلقات کی بھی حفاظت کرنا۔ خدا تعالیٰ نے یہاں صلہ رحمی کی تاکید اس لیئے کی ہے کہ اپنے حقوق کے بعد رحمی تعلقات کی نگرانی کا حکم دیا ہے۔ یہ وہ آیت ہے جو نکاح کے موقع پر تلاوت کی جاتی ہے۔ یہاں لفظ ارحام میں میاں بیوی دونوں کے رحمی تعلقات مراد ہیں۔ کیونکہ اس حکم میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک ہیں۔ دیکھا جائے تو تمام خونی رشتوں اور رشتہ داریوں کا تعلق کسی نہ کسی مشترک رحم سے ہوتا ہے کبھی تو براہِ راست اور کبھی بعض واسطوں کے ساتھ۔ والدین کے ساتھ تو خونی رشتہ ہوتا ہی ہے۔ بہن بھائیوں کی والدہ مشترک ہوتی ہے سوتیلے بہن بھائیوں کی دادی ایک ہوتی ہے ایسے ہی کسی کے ساتھ دادی مشترک ہوتی ہے کسی کے ساتھ نانی اور اُوپر چلیں تو دادیوں، نانیوں کی مائیں وغیرہ اور یُوں تمام انسان ایک ماں حوّا کی وجہ سے انسانی رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس لیئے بنی نوع انسان کے حقوق کو بھی وسیع دائرے میں صلہ رحمی میں ہی خدا تعالیٰ نے داخل فرما دیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بنیاد خالص محبت اور رحم پر ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو رَحمۃ اللعالمین کے عظیم الشان لقب سے نوازا تا دُنیا آپکی شفقت و محبت اور لطف و احسان کے نظاروں میں رحمٰن و رحیم خدا کی بے پایاں رحمت و شفقت دیکھ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائی رحمت کا عظیم الشان نشان تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نسبت فرماتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کی وجہ سے نرم دل اور نرم خو واقعہ ہوئے ہیں اور اگر تُو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے ارد گرد سے بھاگ جاتے۔ (آل عمران:160)

نبوت سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کیا کرتے تھے جب غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ گھبراہٹ کے عالم میں گھر لوٹے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا۔ تو اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہی گواہی دی کہ اللہ آپکو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں۔ آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور تمام حوادث میں حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ تھی وہ پہلی گواہی جو آپؐ کی شریکِ حیات نے آپؐ کی صلہ رحمی اور اعلیٰ اخلاق کے بارہ میں دی۔ آپؐ ماں سے بڑھ کر شفیق و مہربان تھے۔ آپ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام آپ کی شفقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں۔

؎ آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ دَر جہاں از مادرے (دُرِّ ثمین فارسی)

یعنی کہ وہ رحمت و شفقت جو مخلوق نے آپ میں دیکھی وہ کسی نے دُنیا میں اپنی ماں سے بھی نہ پائی ہو گی۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس میں تمام محبتیں جمع کر دی تھیں اور آپکی رحمت و شفقت آپ کے تمام اخلاق و شمائل میں جلوہ گر تھی۔

صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک نہایت اعلیٰ درجہ کا خُلق ہے مثال ہے کہ "اوّل خویش بعد درویش" اگر کوئی اپنے خونی رشتہ داروں سے ہی اچھا سلوک نہیں کرتا تو ایسے شخص سے عام بنی نوع انسان سے حسن سلوک کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہ۔ تمام

مخلوق خدا کا کُنبہ ہے۔ آپؐ نے رحمان خدا سے مضبوط تعلق قائم کرنے کا ایک عظیم الشان گُر یہ بتایا ہے کہ صلہ رحمی کرو۔ ماں باپ اور قرابت داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اُن کے ہمدرد اور خیر خواہ بن جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم پیدا کیا جو رحم کے رشتوں کو ملاتا ہے وہ مجھ خدائے رحمٰن کو ملاتا ہے اور جو صلہ رحمی کی بجائے قطعہ رحمی کرتا ہے وہ مجھ سے تعلق منقطع کرتا ہے۔ (ترمذی ابواب البر والصلہ تجرید بخاری 937)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ صلہ رحمی یہ نہیں کہ رشتہ داروں کے حسن سلوک کا بدلہ دیا جائے، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ توڑنے والے سے جوڑنے کی کوشش کرے۔ سردارِ مکہ ابوسفیان کا نسب چوتھی پشت میں جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے یہ ساری عمر آپؐ سے جنگیں کرتا رہا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے نہ صرف آپکی معافی کا اعلان کیا بلکہ اسکے گھر میں داخل ہو جانے والے کے لئے بھی معافی کا اعلان کروادیا۔

مرد و عورت دونوں کا اپنے سسرال سے نیک سلوک صلہ رحمی کے زمرے میں آتا ہے۔ بعض مرد ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ میری بیوی کا تو فرض ہے کہ میرے رحمی تعلقات کا خیال رکھے۔ لیکن یہی حق بیوی کو دینے کے لیئے تیار نہیں ہوتے۔ اُس کے خاندان کو غیر سمجھتے ہیں لیکن خود اُس کو اپنے خاندان میں مدغم سمجھتے ہیں۔ جو چیز قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح مرد کو اپنے رحمی تعلقات کی نگہداشت کا حکم ہے۔ ایسا ہی حکم عورت کو بھی ہے اگر مرد اپنی بیوی سے تعاون نہ کرے تو وہ اپنے رحمی رشتہ داروں کے حقوق کیسے ادا کر سکتی ہے۔ صلہ رحمی جس طرح مرد پر فرض ہے ویسے ہی عورت پر بھی فرض ہے اس لئے مرد کا فرض ہے کہ عورت اگر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور احسان کا معاملہ کرنا چاہے تو اسکو روکے نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے اور اُس کی حوصلہ افزائی کرے۔ یہی حکم بیوی کے خاوند کے رحمی رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا ہے۔

دونوں کے اِرحام کے تقاضوں کا خیال رکھیں تو معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ:229)

کہ عورتوں کا دستور کے مطابق مردوں پر اتنا ہی حق ہے۔ جتنا مردوں کا اُن پر ہے۔ حدیث میں بھی صلہ رحمی کی اس قدر اہمیت بیان ہوئی ہے کہ خدا نے اپنی رحمانیت کے ماتحت فضل فرمانے کو صلہ رحمی کے ساتھ گویا باندھ دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ خدا فرماتا ہے میں رحمٰن ہوں (بن مانگے دینے والا) میں نے تیرا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔ پس جو شخص رحمی تعلقات کو ملائے رکھتا ہے، ٹوٹنے نہیں دیتا میں بھی اپنا تعلق اس سے ملائے رکھتا ہوں اور جو شخص قطع رحمی کرتا ہے میں بھی اپنا تعلق اس سے کاٹ لیتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اسکا رزق بڑھا دیا جائے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ میری مُشرک والدہ میرے لئے اداس ہو کر محبت سے ملنے مدینہ آئیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں ان کے مشرک ہونے کے باوجود ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ آخر وہ تمہاری والدہ ہیں ضرور ان سے صلہ رحمی سے پیش آؤ۔ (بخاری)

پھر ایک اور روایت میں حضرت ابو اسد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے لئے کر سکوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں تم ان کے لئے دعائیں کرو۔ ان کے لئے بخشش طلب کرو۔ انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آؤ۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صلہ رحمی کو حقیقی احمدی ہونے کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

''جو شخص ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں۔ اُن کی بات نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک آدمی جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (کشتی نوح صفحہ 19)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمی رشتہ داروں کا اتنا پاس تھا کہ آپ کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی پیدائش سے کوئی اڑھائی ہزار سال قبل ایک نیک مصری خاتون سے شادی کی تھی جس کی نسل سے آپکی قوم تھی۔ آپؐ نے فرمایا جب تم مصر فتح کرو تو وہاں کے لوگوں کا خیال رکھنا وہ تمہارے رشتہ دار ہیں۔ تمہاری دادی ہاجرہ مصر سے تھیں۔ اللہ اللہ! کیا صلہ رحمی ہے لوگ تو اپنے سسرال کے حقوق کا بھی خیال نہیں کرتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ 2500 سال پہلے گزرے اپنے دادا کے سسرال کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح آپؐ کے دادا کی وفات کے بعد آپکی پرورش آپکے چچا حضرت ابو طالب نے کی۔ حضرت ابو طالب کی بیوی فاطمہ

جو کہ آپکی حقیقی چچی تھیں آپکو اُن سے بہت پیار تھا اُن کی وفات کے وقت آپؑ نے انکے کفن کے لئے اپنی چادر بھجوائی اور دفن کرنے کے وقت آپؑ خود لحد میں اترے اور روتے ہوئے دعا کی کہ اے اللہ! تو ان کی قبر کو کشادہ کر دے اور اپنے ہاتھوں سے اُن کو دفن کیا۔

اُمّ المومنین حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ حرم حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں آتا ہے کہ حضرت اماں جانؓ جب بھی دہلی تشریف لاتیں، اپنے عزیزوں ،رشتہ داروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملتیں۔ اگرچہ وہ غیر احمدی تھے۔ ملاقات سے آپ کی غرض شفقت و محبت اور صلہ رحمی کے سلوک سے احمدیت کی خاموش تبلیغ تھی۔ اسی طرح آپ حیدرآباد کے عزیزوں سے بھی برابر ملتیں۔ جیسا کہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کی حضرت اماں جان سے محبت اور آپکی دلداری کا بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ آپ نہ صرف اماں جان کا خیال رکھتے بلکہ آپ کے دہلی والے عزیزوں کا بھی خیال رکھتے اور ان کی خاطر داری فرماتے تھے۔ جب دہلی جاتے تو بلا بلا کر اُن کو ملتے۔

(سیرۃ و سوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صفحہ 535)

صلہ رحمی کے ضمن میں بہت سی احادیث ہیں جن سے اس وصف کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے ایک حدیث میں آتا ہے جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رشتہ داری کے تعلقات کو توڑتا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ (ریاض الصالحین صفحہ نمبر 341)

نیز فرمایا اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ ۔ خالہ بھی ماں ہی کی طرح ہے۔

(ریاض الصالحین:337)

خالہ سے متعلقہ رشتوں کا لحاظ رکھنا بھی خود بخود اس میں شامل ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ جب آپ سے ملنے کے لیئے تشریف لائیں تو آپؐ ان کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوتے کہ میری ماں میری ماں کہہ کر پکارتے اور اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔

آج کل کے عائلی مسائل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے گھر ٹوٹ رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی اَنا کا مسئلہ بنا لیا جاتا ہے۔ جس سے نفرتیں بڑھتی ہیں اور گھر حقیقی خوشیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

یکم ستمبر 2014ء بروز سوموار مسجد فضل لندن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے چند نکاحوں کا اعلان فرمایا، تشہد اور مسنون آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

" نکاح اور شادی ایک خوشی کا موقعہ ہے اس خوشی کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف تمہاری توجہ رہنی چاہیئے اور جب لڑکی اور لڑکے کی بھی اور اُنکے خاندان والوں کی بھی توجہ ہو گی تو تبھی یہ رشتے قائم رہنے والے ہوں گے۔ پس یہ قائم رہنے والے رشتوں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اگر حاصل کرنی ہے تو پھر ان باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جن کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ یہی ہے کہ آپس میں اعتماد کی فضا پیدا کرو اپنے رحمی رشتوں کا خیال رکھو۔ ہمیشہ سچائی سے کام لو۔ تقویٰ سے کام لو اور ہمیشہ یہ یاد رکھو کہ تم نے کل کے لیے کیا نیکیاں آگے بھیجی ہیں۔

صلہ رحمی متوازن شخصیت اور خوبصورت معاشرہ تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس سے مراد صرف رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک ہی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کا مضمون اپنے اندر اور بہت سی خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ جس میں قوتِ برداشت، وسیع القلبی اور کشادہ ذہنی بھی شامل ہے۔ یہ وہ تمام خوبیاں ہیں جو آپ کو ایک اچھا شہری بناتی ہیں۔

جماعت احمدیہ اللہ کے فضل سے ایک الٰہی جماعت ہے اور انشاء اللہ اسلام احمدیت کا غلبہ ہو گا اگر ہم اپنے رحمی رشتوں کے دلوں کو جیتنے میں ناکام ہیں تو پھر دنیا کے دل کس طرح جیت سکیں گے۔

آیئے ہم یہ عہد کریں کہ اس نیکی کا آغاز اپنے گھر سے کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نیکی کو اپنانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

محفلِ مشاعرہ ۔۔۔ پیس ویلج ایسٹ

سُخن وری انسانی خیالات اور احساسات کا اِدراک ہے۔ جب یہ ادراک لفظوں میں نظمی شکل اختیار کرتا ہے۔ تو شاعری تخلیق پاتی ہے۔ شاعر سازِ فطرت سے عموماً لفظ محبت کو منتخب کرتا ہے۔ کسی انسان سے یا کسی عقیدے سے محبت جب روح کی گہرائی اور دل کے دبیز جذبات سے کی جاتی ہے۔ تو اس کا اظہار برملا ہوتا ہے اور متاعِ حیات میں اس کے کئی پھول کھلتے ہیں۔ اسی کے پیشِ نظر دارالامن شرقی اور دارالامن وسط شرقی کی لجنہ تنظیم نے ایک شامِ سُخن کا اہتمام کیا اور دیدہ وروں کے لئے انتظام گاہ کو رنگ و خوشبو سے سجایا۔

صدرِ محفل کے لیئے محترمہ امتہ الرفیق طاہرہ صاحبہ کو مدعو کیا گیا۔ جبکہ مہمانوں میں نیشنل سیکرٹری اشاعت محترمہ کشور چوہدری صاحبہ، ریجنل صدر صاحبہ اور پیس ویلج کے تمام حلقہ جات کی صدران اور مہمان شاعرات تشریف لائیں۔ اس طرح کُل 16 مہمانوں نے شرکت کر کے مشاعرے کو رونق بخشی۔ جبکہ حلقہ پیس ویلج ایسٹ کی 120 ممبرات نے شامل ہو کر سخن فہمی کا ثبوت دیا اور دل کھول کر شاعرات کو داد دی۔ انتظامیہ نے وقتاً فوقتاً چائے اور لوازماتِ خوشبو سے تمام ممبرات کی تواضع کی۔ وقفہ میں کھانے کا اہتمام کیا گیا اور یوں قریباً 4 گھنٹوں پر مشتمل یہ محفل خدا کے کلام سے شروع ہو کر دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ محفل کے لیئے میزبانی کے فرائض محترمہ طاہرہ چوہدری صاحبہ نے انجام دیئے اور جن بہنوں اور ناصرات نے اپنے کلام سے تمام بہنوں کو محظوظ کیا۔ اُن کے نام اس ترتیب سے ہیں۔

امتہ الرفیق طاہرہ صاحبہ۔ شکیلہ طاہر صاحبہ، شبانہ شفیق صاحبہ، فتیحہ مجید صاحبہ عظمیٰ میاں صاحبہ، طاہرہ چوہدری صاحبہ، آشفہ بشریٰ صاحبہ، طیبہ ورک صاحبہ، دُرِّ رحمان صاحبہ

ناصرات: صبیحہ مرزا صاحبہ، فلزا عرفان احمد صاحبہ

اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ

لَا یُؤْ مِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں جب تک وہ دوسرے کیلئے بھی
وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیئے کرتا ہے۔(بخاری)

اَلْمُؤْمِنُ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا

مومن تو ایک عمارت کی طرح ہیں جس کے بعض
حصے بعض کو مضبوط کرتے ہیں۔(ترمذی)

مومن
مومن کا آئینہ ہوتا ہے

ثمرہ سیف----وُوڈبرج ساؤتھ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے جب وہ اس میں کوئی برائی دیکھتا ہے تو اُس بُرائی کی اصلاح کرلیتا ہے"۔
(بخاری)

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس حدیث کے ذریعے ہم مسلمانوں کی بہت خوبصورت رنگ میں راہنمائی فرمائی ہے۔
اس حدیث کو سمجھنے کے لیئے ہمیں آئینہ کی خصوصیات کو سمجھنا پڑے گا اور وہی خصوصیات ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔
سب سے پہلی خصوصیت جو آئینہ میں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آئینہ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ہر کسی کو اُس کا صحیح عکس پیش کرتا ہے۔یہی خصوصیت ایک مومن کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے۔کہ وہ اپنے مومن بھائی سے ہمیشہ سچ بولے۔اگر اُس میں کوئی بُرائی دیکھے تو حکمت سے اُس کی نشاندہی کرے۔
دوسری خصوصیت آئینہ کی یہ ہے کہ جیسے ہی ہم آئینہ سے پیچھے ہوتے ہیں تو ہمارا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔کسی دوسرے شخص کے سامنے آئینہ ہمارا عکس نہیں دکھاتا۔کتنی ہی پیاری خصوصیت ہے جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی اُمت کے لوگوں میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ آئینہ کی مانند اپنے بھائی کی بُرائی اور نقص کسی کے سامنے بیان نہ کریں اور اُسکی پردہ پوشی کریں۔
ایک اور خصوصیت جو آئینہ میں پائی جاتی ہے وہ اُس کی شفافیت ہے۔جس طرح لکیر دار اور غیر شفاف آئینہ میں آپ اپنا عکس صحیح طرح نہیں دیکھ سکتے۔بالکل اسی طرح اگر ہمارا دِل بھی اپنے بھائی کے لیئے کینہ اور بُغض رکھنے والا ہو تو وہ اپنے بھائی کی تصویر کو دُھندلا دیکھتا ہے۔آئینہ کی صفائی ہمارے لیئے ایک مثال ہے کہ ہمارا تعلق ہمارے بھائی سے کیسا ہونا چاہیئے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھری احادیث کو سمجھیں اور اُنہیں اپنی زندگی پر لاگو کریں۔آمین۔

رسول اللہ ﷺ آپؐ کی نماز اور دُعائیں

بشریٰ سمیع------وان ایسٹ

انسانیت اپنے خالق ومالک کی تلاش میں سرگرداں تھی کہ ناگاہ ایک شیریں آواز نے صحرائے عرب کا سکوت توڑا۔

"اے عشق الٰہی کے متوالو! میرے پیچھے چلے آؤ تو اللہ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا"۔(آل عمران آیت 32)

فرمان الٰہی کی تعمیل میں یہ مژدہ جانفزاء سنانے والے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ تھے۔ جنہوں نے اپنے رب سے انتہائی درجہ کی محبت کی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں رنگین ہو کر دنیا کو ایک بہترین اور خوبصورت نمونہ دیا۔

(الاحزاب آیت 22)

آپؐ نے اپنی قوم اور امت کی تربیت اور اصلاح کے لئے جو سب سے اہم ذریعہ استعمال فرمایا وہ دعا کا ہتھیار تھا۔ آپؐ نے ہر لحہ، ہر گام اپنے رب سے دعائیں مانگیں اور دعاؤں کے لازوال خزانے چھوڑے ہیں جن کا فیضان آج بھی جاری وساری ہے یہ آپ کی دردوالحاح سے مانگی ہوئی دعائیں ہی تھیں جو خدا کی رحمت کو کھینچ لائیں اور ایک ایسا روحانی انقلاب برپا ہوا جس نے دنیا کی تقدیر بدل ڈالی۔

ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ہر حال عسر ویسر میں اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ دن کا ایک حصہ عبادت اور ذکر الٰہی، ایک حصہ اہل خانہ اور گھریلو کاموں کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مقرر تھا۔

احادیث کے مطابق آپؐ روزانہ اپنی مصروفیات کا آغاز نماز تہجد سے کرتے تھے۔ نماز سے قبل وضو کرتے وقت مسواک کا استعمال کر کے منہ اچھی طرح صاف کرتے۔ نہایت خوبصورت اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے جس میں قرآن شریف کی لمبی تلاوت کرتے۔ اتنی لمبی کہ کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں پر وَرم ہو جاتے۔

(بخاری، کتاب الادب)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے پوچھا گیا کہ کونسی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا رات کے درمیانی حصہ میں سب سے زیادہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرض نمازوں کے معًا بعد کے اوقات بھی خاص قبولیت دعا کے ہیں۔(ترمذی، کتاب الدعوات)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا کبھی رَدّ نہیں کی جاتی۔ کسی نے پوچھا اس وقت کون سی دعا کرنی چاہیے؟ فرمایا "دنیا وآخرت کی بھلائی مانگو"۔(ترمذی، کتاب الدعوات)

آنحضرتؐ نے اپنی امت کو جمعہ کی ایک خاص گھڑی کا بتایا جس میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اس گھڑی کا وقت خطبہ جمعہ سے لے کر جمعہ کے دن کے ختم ہونے تک بیان کیا گیا ہے۔(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں

ایک دفعہ رسول کریمؐ فجر کی نماز میں اتنی تاخیر سے تشریف لائے کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا آپؐ نے مختصر نماز پڑھا کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہو پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "میں تمہیں آج فجر کی نماز پر دیر سے آنے کی وجہ بتادوں۔ میں رات کو تہجد کے لئے اٹھا اور جتنی توفیق تھی نماز پڑھی۔ نماز میں ہی مجھے اونگھ آگئی۔ آنکھ کھلی تو اپنے رب کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا اللہ نے فرمایا معلوم ہے فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں دوبارہ اللہ تعالیٰ نے یہی پوچھا اور میں نے یہی جواب دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے کندھے پر رکھی یہاں تک کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ اور ہر چیز میرے پر روشن ہو گئی پھر اللہ نے پوچھا "اے محمدؐ فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا "کفارات" کے بارے میں۔ اللہ نے فرمایا کفارات کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز باجماعت کے لئے چل کر مسجد جانا، ناپسندیدگی کے باوجود مکمل وضو کرنا اور پھر نماز کے بعد میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا۔ پھر اللہ نے پوچھا اور درجات کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ کھانا کھلانا، نرم کلام کرنا اور نماز پڑھنا جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ تب اللہ نے فرمایا "اب مانگو جو مانگتے ہو۔ تب میں نے یہ دعا کی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا یہ دعا برحق ہے اسے خود بھی یاد کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ۔

دعا یہ ہے

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے نیک کام کرنے اور بری باتیں چھوڑنے کی توفیق

(بقیہ صفحہ 20 پر)

سہل انداز و گفتارِ اعمال

فتیحہ مجید ---پیس ویلج ایسٹ

تمام مذاہبِ عالم کا مرکزی نقطہ ایک ایسی ہستی ہے جس کو مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔ مذہب اسلام کے لیے اس ہستی کا ذاتی نام اللہ ہے۔ جو ہر اعلیٰ ترین صفت اپنے اندر پنہاں کئے ہوئے ہے۔ انسانی پیدائش کا مقصد بھی یہی ہے کہ بندہ خدا کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرے اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء بھیجتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں اور ان کے متبعین ان اخلاق کو حاصل کرتے ہیں اور ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس قلبِ صافی کے نور کے ساتھ اپنے نور کو متصف کیا تو وہ انسان صفاتِ الٰہیہ کا مظہر اتم بنا۔ اگر ہم اس خدا نما وجود، محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو محبت کا طریق یہی ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق کو اپنے اعمال اور کردار میں شامل کر لیں اور یہی قُربِ الٰہی کی کنجی بھی ہے۔ ان چند اوصاف کے لیے کہ جن کا عمل چھوٹا لیکن اجر بڑا ہے۔ ایک سلام کرنا بھی ہے۔

سلام کو رواج دینا

اللہ تعالیٰ کی صفت السلام ہے۔ یعنی سلامت رہنے والا اور سلامتی دینے والا اسی لیے اس نے قائم رہنے والے دین کا نام اسلام پسند فرمایا یعنی ایسا نظامِ حیات جس میں انسان خود بھی امن و سلامتی سے رہے اور دوسروں کو بھی یہی دعا دے اور ایسے ہی اعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ

(النساء:87)

اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وُہی لَوٹا دو۔

تحیہ کا لفظ عربی میں حیی یا حیاۃ سے نکلا ہے۔ جسکا مطلب زندگی ہے اس لئے اس جگہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کسی کو اس سے اچھا دیا جانے والا اور کونسا تحفہ ہو سکتا ہے۔ کہ اُسے اچھی زندگی اور درازئ عمر کی دعا دی جائے۔ سلامتی کی دعا عطا کی جائے اور مصیبتوں اور آفتوں سے بچنے کی اور خدا کی رحمت میں آنے کی دُعا دی جائے۔ یہ دُعا ملاقات کا بہترین طریق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جواب میں ویسا تو ضرور کہو۔ بلکہ اس سے بھی بہتر کہو۔ کوئی سلام کرے تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ بولو۔ یہ سب زندگی بخش دعائیں ہیں۔ اسی لیے حدیث میں جو یہ حکم ہے کہ چھوٹا بڑے کو پہلے سلام کرے تو اس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ وہ جو اباً بڑے سے زیادہ دعا کا مستحق ہو گا۔ کیونکہ عموماً ایسی باتیں بزرگوں کو زیادہ یاد رہتی ہیں۔ یہ چھوٹی سی نیکی ہے اور اس آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا بھی حساب رکھنے والا ہے۔ پھر انسان میں بڑی بڑی نیکیوں کی بھی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوْا السَّلَامَ۔ اے لوگو سلام کو رواج دو۔(ترمذی)

ایک اور جگہ فرمایا حضرت انس کو مخاطب کر کے۔ اے میرے بیٹے جب تم گھر جاؤ تو سلام کہو۔ اس طرح تجھے بھی برکت ملے گی اور تیرے خاندان کو بھی۔(ترمذی)

سلام میں پہل کرنے سے انسان میں تکبر کی عادت ختم ہوتی ہے انکساری پیدا ہوتی ہے اور آپس کی محبت بڑھتی ہے۔ آیئے اس دُعا کو روز کا معمول بنالیں۔ ایک دوسرے کو سلامتی کا تحفہ دیں خصوصا بچوں کو بار بار یاد دلائیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

سادہ زندگی

انجم نوید -----پیس ویلج ایسٹ

مومن کی زندگی کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ کہ دُنیا کے پیچھے دوڑنا۔ وہ دنیا کی زندگی اور اِسکی چکا چوند کو ہی اپنی زندگی کا مقصد نہ سمجھے۔ یہ تو کافروں کا کام ہے جو دُنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (العنکبوت:65)

یعنی یہ دنیا کی زندگی غفلت اور کھیل تماشا کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آخرت کا گھر ہی دراصل حقیقی زندگی ہے کاش کہ وہ جانتے۔

اگر ہم میں قناعت اور سادگی نہیں تو ہم مالی حالات میں اپنے سے بہتر شخص کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک مومن کو نیکیوں میں اپنے سے بہتر انسان کو دیکھ کر اُس پر رشک کرنے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ اس دُنیا میں بھی اللہ کی رضا حاصل ہو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا قرب پائیں۔ دنیا کی سہولتیں جو خدا نے پیدا کی ہیں ان سے فائدہ اُٹھانا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اِن کو حاصل کرنے کے غلط راستے اپنانا، قناعت نہ کرنا، حسد کرنا اور اپنی زندگی کو سادہ نہ بنانا اور اپنے اخراجات کنٹرول کر کے دین کی ضروریات کیلئے قربانی نہ دینا ہمیں دُنیا کی چاہت میں ڈوبا ہوا ثابت کرتا ہے۔ اگر ہم اپنی خواہشات کو کم کر کے قناعت اور سادگی اپنائیں تو خدا کی راہ میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے والے ہوں گے اور کسی قربانی کو بوجھ نہیں سمجھیں گے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا "قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے"۔ (رسالہ قشیریہ باب القناعۃ۔۔ص:21)

اسی طرح حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال نصف معیشت ہے"۔

(بیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ باب الخذر والتانی فی الامور ص430)

چنانچہ قناعت اور میانہ روی اختیار کرنے سے ہماری نظر میں معمولی دُنیاوی چیزوں کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی اور جن چیزوں کے حصول کو ہم اہمیت دیتے تھے ان کو بے حقیقت جان کر ہم سادہ زندگی گزارتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ باوجود مالِ غنیمت، زر و جواہر، مال مویشی، غلام لونڈیوں اور ریوڑوں کے پانے کے (جو آپؐ سب تقسیم فرما دیا کرتے تھے)۔ آپ نے خود نہایت سادہ زندگی بسر کی۔

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجور رکھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ یہ کھجور اِس روٹی کا سالن ہے۔ (ابو داؤد کتاب الایمان باب الرجل یحلف ان لایتأم)

آپؐ کے غلامِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی سادگی کا یہی نمونہ نظر آتا ہے ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے۔ کہ میں نے گوشت کا منہ نہیں دیکھا۔ اکثر مسی روٹی، اچار یا دال کے ساتھ کھالیتا ہوں اور آج بھی اچار کے ساتھ روٹی کھائی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 200)

حالانکہ آپؑ کا خاندان رئیس قادیان تھا لیکن آپ نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں لگا دیا اور انتہائی سادہ زندگی گزاری۔

ایک روایت ہے کہ اے آدم کے بیٹے! اگر تُو اپنے زائد از ضرورت مال کو خدا کے محتاج بندوں اور دین کے کاموں پر لگائے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہو گا اور اگر ضرورت سے زائد مال کو اہلِ ضرورت پر خرچ نہیں کرے گا تو آخر یہ تیرے حق میں بُرا ہو گا۔ (ترمذی)

آج کے پُر آسائش دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اُسوہ مبارک آپکے ماننے والوں کیلئے سادگی اور قناعت سے بھرپور ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں " ہمارے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم ایک سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ تمام تکلفات جو کہ آج کل یورپ نے لوازمِ زندگی بنا رکھے ہیں اُن سے ہماری مجلس پاک ہے۔ رسم و عادت کے ہم پابند نہیں ہیں۔ اس حد تک کہ ہر ایک عادت کی رعایت رکھتے ہیں جس کے ترک سے کسی تکلیف یا معصیت کا اندیشہ ہو۔ باقی کھانے پینے اور نشست و برخاست میں ہم سادہ زندگی کو پسند کرتے ہیں"۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 448)

ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

" ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے کہ کاش اُن کے مذہب میں ہوتی اور انگریزوں نے اِس کی

تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر استعمال کیئے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں۔ ترک نہیں کر سکتے"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 670)

سو آج کل کی سہولیات سے بھرپور زندگی میں اگر ہم سکون و اطمینان چاہتے ہیں، رضائے باری چاہتے ہیں تو اپنے سے برتر حیثیت والے کی طرف نظر اُٹھانے کی بجائے اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف نظر اُٹھائیں اور سادہ لوح زندگی کا مزا لیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قناعت پسند سادہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ از صفحہ 17)

چاہتا ہوں مجھے مساکین کی محبت عطا کر۔ اور مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو قوم کو فتنہ میں مبتلاء کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر فتنہ میں ڈالے موت دے دینا۔ میں تجھ سے تیری محبت چاہتا ہوں اور اس کی محبت جس سے تو محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔ (مسند احمد جلد 5 صفحہ 243)

خدا کرے کہ ہم سب آپؐ کے پاک نمونے اور تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے الٰہی فضلوں سے جھولیاں بھرنے والی بن جائیں اور حضرت اقدس محمدؐ کی دعاؤں کا فیض ہمیشہ ہمیں ملتا رہے۔ آمین۔

جو مانگنا ہو اُن کے وسیلے سے مانگیئے
اُن کی ہر ایک بات خدا کو قبول ہے
آئینہ جمال خدا اُن کی ذات ہے
عشق خدا بھی اصل میں عشق رسول ہے

درخواستِ دُعا

محترمہ ناصرہ حفیظ صاحبہ اہلیہ حفیظ احمد صاحب سَرے ساؤتھ وینکوور سے تحریر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے میرے نواسوں عزیزم سَر مدرشید ابن اسد اللہ بھٹی و فریحہ اسد پیس ویلج کینیڈا، عزیزم فیض احمد ابن حسن احمد و امبر احمد امریکہ اور پوتے صائم ذیشان ابن منور ذیشان و راشدہ منور سرے ساؤتھ وینکوور نے چھ برس کی عمر میں قرآن مجید کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ الحمد للہ۔ تمام بہنوں سے بچوں کے نیک، خادمِ دین ہونے کیلئے درخواستِ دُعا ہے۔

میری پیاری بہن

امتہ الرفیق ظفر۔۔۔ سابق صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

عاجزہ نہایت دُکھی اور غم زدہ دِل کے ساتھ تحریر کرتی ہے کہ خاکسار کی بڑی بہن مکرمہ معراج نسیم صاحبہ اہلیہ مکرم ابراہیم نصر اللہ دُرانی مرحوم 11 دسمبر 2017ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ مکرم فضل حق قریشی صاحب گولبازار ربوہ کی بیٹی تھیں۔ مکرم حضرت قطب الدین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی اور مکرم حضرت مولوی محمد عثمان صاحبؓ امیر جماعت ضلع ڈیرہ غازی خان صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی تھیں۔ مرحومہ موصوفہ موصیہ تھیں۔ تہجد گزار، قرآن مجید سے محبت کرنے والی، مالی تحریکات میں خوش دلی سے حصہ لینے والی اور خلافت کی سچی اطاعت گزار تھیں۔ آپ بے حد خلیق، سراپا محبت، خوبصورت اور خوب سیرت وجود تھیں۔ آپ کے اوصاف میں سے نمایاں صفت غریب پروری تھی۔ کئی ضرورت مند بچیوں کی شادیوں میں مدد کرنے والی۔ بیماروں اور محتاجوں کی خدمت کرنے والی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو 1996 سے 2002 تک واپڈا ٹاؤن Nes Pak کالونی، لاہور میں بطور صدر لجنہ خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد بھی آپ بطور صدر خدمت کی توفیق پاتی رہیں اور محض اللہ تعالیٰ کے تفضّل خاص سے لجنہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر خدمت کرتی رہیں۔ آپ پردہ کی بے حد پابند تھیں اور بچیوں اور بہنوں کو بہت محبت اور اخلاص کے ساتھ اس قرآنی حکم پر عمل کروایا۔ آپ کے خاوند بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جوہر ٹاؤن اور نواحی علاقوں کے صدر تھے۔ اس طرح دونوں خاوند اور بیوی کامل وفا کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف اور کوشاں رہے۔ اللہ تعالیٰ محبت سے ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ موصوفہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین۔ ان کو اپنی رضا اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور اپنے پیاروں کے قُرب میں جگہ دے۔ آمین۔

مرحومہ کی نمازِ جنازہ مکرم مولانا ناصر بٹ صاحب مربی سلسلہ ایڈمنٹن نے پڑھائی اور ایڈمنٹن میں ہی تدفین ہوئی۔

عاجزہ کی بہن کے خدا تعالیٰ کے فضل سے دو بچے ہیں۔ ایک بیٹی عزیزہ ناعمہ دُرانی اہلیہ مکرم محمد صہیب دُرانی صاحب۔ اللہ کے فضل سے اُس کے 3 بچے ہیں اور وقفِ نو میں ہیں۔ الحمد للہ۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو ہمیشہ اپنے فضل کے سائے تلے رکھے۔ یہ اپنے والدین کی نیکیوں کو جاری رکھنے والے ہوں اور ان کی نسلیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے والی ہوں۔ آمین۔

عاجزہ اپنے ان تمام بہن بھائیوں اور بہنوں کا شُکریہ ادا کرتی ہیں۔ جنہوں نے دُکھ و درد کی ان گھڑیوں میں عاجزہ کی دُعاؤں اور اپنے عمل سے مدد کی۔ مکرمہ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا اور تمام عاملہ کی ممبرات۔ اسی طرح خاص طور پر عاجزہ ایڈمنٹن کی صدر لجنہ مکرمہ ثمینہ میاں صاحبہ اور ان کی ساری ممبراتِ لجنہ کی از حد مشکور ہے۔ جنہوں نے بچوں کا اور ہم سب بے حد خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ خود اُن کی جزا بن جائے۔ آمین اور ہمیشہ اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ آمین۔

توبہ

عاصمہ سلیم۔ سیکرٹری اشاعت۔ ریکسڈیل

توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت اچانک آجاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِہِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُہُمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الضَّآلُّوۡنَ ۞ (آل عمران:91)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا بعد اپنے ایمان کے پھر بڑھ گئے کفر میں ہر گز نہیں قبول کی جاوے گی توبہ انکی اور یہ لوگ ہی گمراہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''توبہ کا لفظ نہایت لطیف اور روحانی معنی اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کی غیر قوموں کو خبر نہیں یعنی توبہ کہتے ہیں اُس رجوع کو کہ جب انسان تمام نفسانی جذبات کا مقابلہ کرکے اور اپنے پر ایک موت کو اختیار کرکے خدا تعالیٰ کی طرف چلا آتا ہے۔ سو یہ کچھ سہل بات نہیں ہے اور ایک انسان کو اُسی وقت تائب کہا جاتا ہے جبکہ وہ بکلی نفس امارہ کی پیروی سے دست بردار ہو کر اور ہر ایک تلخی اور ہر ایک موت خدا کی راہ میں اپنے لئے گوارا کرکے آستانہ حضرتِ احدیّت پر گر جاتا ہے تب وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ اِس موت کے عوض میں خدا تعالیٰ اُس کو زندگی بخشے''۔

(قادیان کے آریہ اور ہم روحانی خزائن جلد20 صفحہ 448)

توبہ دراصل حصولِ اخلاق کیلئے بڑی محرّک اور مؤید چیز ہے اور انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاق۔۔۔۔۔ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ توبہ کیلئے تین شرائط ہیں۔ بدوں ان کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں۔ حاصل نہیں ہوتی۔ ان شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقلاع کہتے ہیں۔ یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو ان خصائل رذیہ کے محرک ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان خیالات فاسدہ و تصوراتِ بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو تو اسے توبہ کرنے کیلئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے تصورات کا اثر بہت زبردست اثر ہے اور میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ اُنہوں نے تصور کو یہاں تک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصور کرتا ہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پس جو خیالاتِ بد لذات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع و قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط ندم ہے۔ یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا ہر ایک انسان کا کانشس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے مگر بدبخت انسان اس کو معطل چھوڑ دیتا ہے پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذات عارضی اور چند روزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظّ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جاویں گے آخر ان سب لذاتِ دنیا کو چھوڑنا ہو گا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب باتیں چھوٹ جانیوالی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے۔ اور جس میں اوّل اِقلاع کا خیال پیدا ہو۔ یعنی خیالاتِ فاسدہ اور تصوّراتِ بیہودہ کو قلع و قمع کرے جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کیلئے مصمم ارادے کرے کہ پھر اُن برائیوں کی طرف رجوع نہ کروں گا۔ اور جب وہ ندامت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ سیّئات اُس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاقِ حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے۔ اور یہ فتح اخلاق پر اُس پُر قوت اور طاقت بخش اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کیونکہ تمام طاقتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا

اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (البقرہ:166) (رپورٹ جلسہ سالانہ 1897 صفحہ 157-158)

توبہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ گناہ کو ترک کرنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا، بدی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف آگے قدم بڑھانا توبہ ایک طرف (موت) کو چاہتی ہے۔ جس کے بعد انسان زندہ کیا جاتا ہے اور پھر نہیں مرتا، توبہ کے بعد انسان ایسا بن جاوے کہ گویا نئی زندگی پاکر دنیا میں آیا ہے نہ اس کی وہ چال ہو، نہ اس کی وہ زبان، نہ ہاتھ، نہ پاؤں سارے کا سارا نیا وجود ہو جو کسی دوسرے کے ماتحت کام کرتا ہوا نظر آجاوے۔ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ وہ نہیں یہ تو کوئی اور ہے''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 175-177)

آسودگیٔ جذبات

عظمیٰ سحر ------ سکاٹون نارتھ

آسودگیٔ جذبات، جذباتی فلاح و بہبود یا emotional wellbeing ایسی اصطلاحات ہیں جنہیں حالیہ دھائیوں میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ جذباتی آسودگی میں کمی کے اثرات کا تعلق دماغی صحت سے ہے اور دماغی کشیدگی، ذہنی دباؤ اور اضطراب نتیجتاً جسمانی بیماریوں کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔ جن میں نظامِ انہظام کی خرابی، نیند کی مشکلات اور بنیادی توانائی کی کمی سرِ فہرست ہیں۔ جذباتی مشکلات کا شکار ہونے والے عام طور پر وہ افراد ہوتے ہیں جو خود اعتمادی میں کمی، منفی سوچ اور خود تنقیدی جیسی حالتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رویے کے ذریعے مسلسل خود پر غیر ضروری زور دیتے ہیں۔ وہ خوفزدہ رہتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ اپنے مستقبل کے متعلق پریشان رہتے ہیں اور اپنی توجہ ماضی پر مرکوز رکھتے ہیں۔ جیسا کہ Dr.Marisa Navarro نے اپنی کتاب Emotional Medicina میں لکھا ہے کہ کوئی بھی اس قسم کی دماغی حالت سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ ایک سنگین مسئلہ ہے جو کہ مسلسل غصہ، اُداسی، فکر، ذہنی دباؤ اور اضطراب کا باعث بنتا ہے۔ عام طور پر مشرقی ممالک سے آنے والے بزرگ افراد کو مغربی ممالک میں ایسی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اِس بات کے خدشات کافی ہوتے ہیں کہ وہ ذہنی اور جذباتی دباؤ کا شکار ہو جائیں۔ مثال کے طور پر مذہبی اور معاشرتی تہذیب اور روایات میں فرق، انگریزی زبان پر عبور نہ ہونا، نقل و حرکت کے لیے دوسروں پر انحصار اور مغربی طرزِ زندگی۔

یہ مغربی ممالک میں رہنے والے بزرگوں کو پیش آنے والی مشکلات کا خلاصہ ہے، جس کی گہرائی میں جانے سے مزید ممکنہ مشکلات کی نشاندہی ہو سکتی ہے۔

اگر ایک ماحول سے دوسرے ماحول میں منتقل ہونے کے مثبت پہلو کو دیکھا جائے تو جذباتی خوشحالی کی نگہداشت، درحقیقت دماغ اور جسمانی حالت کی مشکلات سے نمٹنے کی صلاحیت کو بڑھاتی ہے۔ یہ مثبت جذباتی نگہداشت خود اعتمادی، معاشی اور معاشرتی پیداوار اور یہاں تک کہ عمر کو بھی بڑھاتی ہے۔

خیالات ہمارے احساسات کا تعین کرتے ہیں اور مثبت خیالات مثبت احساسات کو جنم دیتے ہیں۔ جب کوئی اپنی جذباتی مشکلات سے تعلق توڑنے کا فیصلہ کرلے تو اُسے اپنی سوچ کا طریقہ کار بھی بدلنا پڑتا ہے۔ اور سوچ کے طریقہ کار کو کامیابی سے بدلنے کے لیے جذبات اور احساسات کا خالق اور مالک قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (سورۃ الرعد۔ آیت 29)

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے اس خوبصورت کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کے ساتھ ساتھ دنیا اور زندگی کے معاملات کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اور اس آیت کی رُو سے تمام مسائل خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی، اللہ کے ذکر اور تعلق سے دور ہو سکتے ہیں۔ جذباتی آسودگی، دماغی اور جسمانی صحت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی خوشحالی اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہترین رہنما اور مددگار ہے۔

ظرف کیا ہے؟

امتہ السلام انور ------ کیلگری میکنائیڈ

انسان مٹی سے بنایا گیا ہے مختلف دھاتوں سے مزین انسانی ذات کو خدا تعالیٰ نے ظرف کا پیالہ دے کر اُسے اپنی ذات سنوارنے کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ ظرف مطلب ایک انسان کی پہچان.... اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنی ذات کے ظرف کو کس دھات سے بھرتا ہے.... سب سے مہنگی اور نایاب دھات سونا ہوتی ہے جس کی چمک کبھی ماند نہیں پڑتی.... جو بہت محنت سے سب دھاتوں کو بار بار چھاننے کے بعد ہی مل پاتی ہے اگر یہ دھات مل جائے تو یہ انسان کے ظرف میں پڑ کر اس کی ذات کو چمک دے کر اسے کندن بنا سکتی ہے۔ یہ بات قطعی ہے کہ اس کندن کی چمک کو پانے کے لیے انسان کو کئی قسم کی سختیاں بھی سہنا درکار ہوتی ہیں.....

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے

آگ کی بھٹی میں صبر، برداشت، عفو، درگزر، فہم، فراست اور دل کی فیاضی سونے کے ظرف کو کندن میں ڈھالنے کے بہترین نسخے ہیں۔ جس کے ظرف میں کندن بھرا ہو وہ انسان یقیناً اس دنیا میں بھی ستارہ کی طرح چمکتا ہے اور آسمان پر خدا کی نظر میں بھی..... وہ یقیناً اپنی اس خوبی کی بنا پر خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں سے فیض پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اعلیٰ ظرفی کے کُندن سے مالا مال کرے..... آمین ثم آمین۔

جمال و حُسنِ قُرآن نورِ جانِ ہر مُسلماں ہے

طیبہ طاہرہ---رچمنڈ ہل

خالق کائنات نے بنی نوع انسان کی تخلیق کے بعد اپنی خلقت کی تعلیم و تربیت کے لئے انبیاء کرام کو رشد و ہدایت کی تعلیم دے کر انبیاء کرام کا سلسلہ جاری کیا۔ آخر پر حضرت محمد ﷺ کو مالک کائنات نے اپنی رہتی دنیا تک کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات قرآن مجید کی شکل میں عنایت فرما کر دین حنیف کو مکمل کر دیا۔ قرآن حکیم میں مردوں اور عورتوں کے لئے شریعت کے احکامات عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ خاص طور پر طبقہ نسواں کے تمام مسائل بیان کر کے عورت کو باعزت وجود قرار دیا اور زندگی کو آسان بنا دیا۔ قرآنی احکامات پر عمل کرنے سے زندگی بہت خوبصورت ہو جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے لجنہ اماء اللہ ریکسڈیل کو موقعہ میسر ہوا ہے کہ قرآن کریم کے درس سے روزانہ اپنے گھروں میں بیٹھے روحانی مائدہ سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔ ہماری معلمہ محترمہ نعیمہ طاہرہ صاحبہ بنت مکرم روشن دین صاحب، صحابی حضرت مسیح موعودؑ، اہلیہ مکرم طاہر احمد صاحب ٹیلی فون کانفرنس لائن پر پڑھاتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ ریکسڈیل کے علاوہ کینیڈا کے دوسرے صوبوں، امریکہ اور لندن سے بھی ممبرات مستفید ہوتی ہیں۔ اس دلچسپ اور مفید کلاس کی مختصر کاروائی علیحدہ لکھی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آج ایک منفرد اور قابل مثال واقعہ بیان کیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ رمضان المبارک کا قرآن کریم کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ ان بابرکت ایام میں ہی قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تھا۔ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیلؑ سردارِ دو جہاں پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ کے ساتھ قرآن پاک کا دور مکمل کیا کرتے تھے۔ آپؐ کی حیات مبارکہ کے آخری سال فرشتہ جبرائیلؑ نے دو مرتبہ تلاوت کا دور مکمل کیا تھا۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم بھی رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ساری زندگی اسی مقصد کے حصول کے لئے وقف تھی۔ آپ نے بارہا ہماری رہنمائی فرمائی کہ آپ سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان وہ ہے جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں۔ اِس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں ہو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 386)

اسی مضمون کے متعلق بے شمار حوالہ جات اور احکامات ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ ہمارے چاروں خلفاء کے خطابات، احکامات اور ارشادات نے ہمارے ذہنوں کو جِلا بخشی۔ الحمدللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی تلاوت کلام پاک کی اہمیت بچوں اور بڑوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا "پھر ہم میں سے ہر ایک مشاہدہ کرے گا کہ اگر ہم غور کرتے ہوئے باقاعدہ قرآن کریم پڑھ رہے ہوں گے تو جہاں گھروں میں میاں بیوی میں خدا تعالیٰ کی خاطر محبت اور پیار کے نظارے نظر آ رہے ہوں گے وہاں بچے بھی جماعت کا ایک مفید وجود بن رہے ہوں گے۔ ان کی تربیت بھی اعلیٰ رنگ میں ہو رہی ہو گی۔ اور یہی چیز ہے جو ایک احمدی کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لئے پوری توجہ اور کوشش سے کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ قرآن کریم کو دنیا میں ہر چیز سے اعلیٰ مقام دینے والے بنیں اور اسے وہ عزت دیں جس کے مقابلہ میں کوئی اور چیز نہ ہو۔ (خطبہ جمعہ 16 دسمبر 2011ء)

سال 2017ء کے رمضان المبارک کے آغاز سے ہی حضور پُر نور کے خطبہ جمعہ بابت ماہ رمضان المبارک اور مرکز کی طرف سے آمدہ یاددہانی کا دِلوں پر خاص اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری معلمہ صاحبہ کے دل میں ایک بابرکت خیال ڈالا کہ جس طرح قادیان دارالامان اور ربوہ دارالہجرت میں قرآن مجید کا ایک پارہ کا روزانہ درس ہوتا تھا اور قرآن مجید کا دور معہ ترجمہ و تلاوت مکمل کیا جاتا تھا۔ ہم کیوں نہ اپنی جاری کلاس کو روک کر رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور مکمل کریں۔ اس اچھوتے خیال کے آتے ہی خاص دعاؤں کے بعد ایک روز کلاس میں آپ نے نہایت پیار بھرے انداز میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو سب نے یک زبان رضامندی کا اظہار کیا۔

اس خوشی کے اظہار سے سب بہنوں کے اندر چھپی ہوئی ایک دیرینہ خواہش کی تشنگی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ اگرچہ کام تو بظاہر بہت مشکل تھا مگر صرف اور صرف سب کی غیر معمولی دعاؤں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یکم رمضان المبارک کو اس درس کا آغاز ہوا۔ سوموار تا جمعرات روزانہ تقریباً دو گھنٹے میں سوا پارہ تلاوت اور لفظی ترجمہ کے ساتھ پڑھا جاتا۔ معمول کے مطابق درس ٹیلی فون کانفرنس پر ہوتا۔ اس طرح تسلسل کے ساتھ پورا قرآن مجید باترجمہ پڑھنا ہمارا ایک منفرد تجربہ تھا۔ گو کہ ہمارا اِرادہ لفظی ترجمہ پڑھنے کا ہی تھا لیکن جہاں کوئی مشکل مضمون ہوتا یا گرائمر سمجھانے کی

ضرورت پیش آتی۔ وہ بہت اچھے طریقے اور محبت سے ہمیں سمجھاتیں۔

خاکسارہ کی ڈیوٹی تھی کہ وقت اور سبق پر نظر رکھوں تاکہ قرآن مجید کا دور بروقت مکمل ہو سکے۔ سب بہنوں کے مشورے اور رضامندی سے آخری عشرہ میں پندرہ منٹ وقت بڑھا دیا گیا۔ نیز بروز جمعۃ المبارک بھی درس دیا گیا۔ ہم سب کی ایک ہی دُھن اور خواہش تھی کہ ماہ صیام میں قرآن مجید کا دور مکمل ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے اٹھائیسویں روزے بروز جمعۃ المبارک قرآن پاک کا دور مکمل ہوا۔ الحمدللہ۔

درس میں تقریباً 50 ممبرات کی باقاعدہ حاضری رہی۔ سب بہنوں نے وقت اور کانفرنس کال کے تقاضوں کا خاص خیال رکھا۔ تمام بہنوں نے اس دوران ہونے والے واقعات کے اعتبار سے اپنے اپنے جذبات اور کیفیات کو بیان کیا۔ تقریباً سب بہنوں نے اس بات کا بیک وقت اظہار کیا کہ ہم ہمیشہ اپنے اپنے گھروں میں خود سے رمضان المبارک میں قرآن پاک پڑھتے تھے لیکن اس طرح ایک تسلسل کے ساتھ ایک ماہ میں باترجمہ قرآن پاک پڑھنے سے ایک عجیب روحانی کیفیت طاری ہے جو لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ کینیڈا اور امریکہ کے مختلف صوبہ جات کے علاوہ لندن سے بھی عاشقان قرآن پاک شامل ہوئیں، اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہمارے دل بھرے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کے درس کے لئے جدید دور کے جدید صوتی آلات کا استعمال اس سے بہتر اور کیا ہو گا۔

ہم سب اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہم سب کو ان جدید ایجادات سے نیک کام اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین۔ ہماری معلمہ محترمہ نعیمہ طاہرہ صاحبہ کو صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ دینی اور دنیاوی حسنات سے نوازے اور مقبول خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کے شوہر مکرم طاہر احمد صاحب نے درس کے دوران کانفرنس لائن کی درستگی کا خاص خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم سب کو قرآنی تعلیمات سیکھنے اور اس پر عمل کرنے اور دوسروں کو سکھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ہماری اولادوں اور آنے والی نسلوں کو بھی اس پاک تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

تصحیح

النساء کے سالِ گزشتہ کے شمارہ ستمبر تا دسمبر 2017ء میں درج ذیل تصحیحات فرمالیں۔ جزاکم اللہ۔

1. صفحہ نمبر 20 پر کتابت کی غلطی سے کالم نمبر 1 میں پیراگراف نمبر 2 میں حضرت عمرؓ کی بہن کے خاوند محترم کا نام درست تحریر نہیں ہوا۔
"سعید بن زیدؓ" درست نام ہے۔
2. صفحہ نمبر 25 پر چھپے ہوئے اشعار "غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے۔۔" کلام حضرت مسیح موعود سے نہیں ہیں یہ اشعار کلامِ محمود سے ہیں۔

پیاری سائرہ کی یاد میں

جو ہمیں بہت جلد داغِ مفارقت دے گئی

راشدہ سیال۔۔۔۔ آٹواہ ایسٹ

آج اُسکو رخصت کر آئے
کچھ اُسکو جلدی جانا تھا
بس اُسکا دُور ٹھکانہ تھا

باغ اپنے کی رکھوالی تھی
ہمراہی کی متوالی تھی
پاپا کی راج دُلاری تھی
روفی کی نازوں پالی تھی
آدم کی پالن والی تھی

اک رشتۂ عشق خلافت کا
اک جذبۂ شوق اطاعت کا
اک ورقِ سبز جماعت کا
وہ کتنے ہی گُن والی تھی
دِکھنے میں بچی بالی تھی

وہ ایک انوکھی شان کی تھی
حافظ اپنے ایمان کی تھی
اِک مومن کی پہچان سی تھی
اُس میں قوت ایمان کی تھی
تھی صبر و توکل کی پُتلی
اُس پہ رحمت رحمان کی تھی

کبھی ہنسنا ، کبھی ہنسا دینا
ہر قصۂ درد مٹا دینا
اک کلمۂ حمد سنا دینا
مالک سے آس لگا دینا
کبھی دینا کبھی دعا لینا
بس اپنے رب سے سوالی تھی

تُجھ پہ ہوں فرشتوں کے سائے
تُو خوش خوش اپنے گھر جائے
جو ماں سے بڑھ کر پیار کرے
تُو اسکی گود میں سُکھ پائے
ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں
تُو آگے جانے والی تھی

ماواں ٹھنڈیاں چھاواں

روبینہ نسرین۔۔۔ سرے ساؤتھ، وینکوور

میری پیاری امی جان خورشید بیگم اہلیہ نذیر احمد مرحوم بہت پیار کرنے والا وجود تھیں۔ وہ یکم جنوری 2018ء کو ہم سے جدا ہو گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ مربی سلسلہ سید منصور احمد بشیر مرحوم کی خوش دامن اور مربی سلسلہ نورالحق انور صاحب مرحوم کی بھاوج تھیں۔ انکی جدائی کا تصور کبھی زندگی میں نہیں کیا تھا۔ کہ میری پیاری امی جان کبھی ہم سے جدا ہو سکتی ہیں۔ بحر حال یہ قانونِ قدرت ہے کہ جو اس دنیا میں آتا ہے اُسے ایک روز خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ زندگی فانی ہے اس لئے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ امی جان نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور زیادہ وقت انہوں نے میرے ساتھ ہی گزارا۔ میری زندگی کے نشیب و فراز اور دکھ سکھ کی بھرپور ساتھی رہیں۔

میرے بچوں کو انہوں نے اپنے بچوں سے بڑھ کر پالا۔ ان سے بے پناہ محبت کی۔ انکی تربیت کی ذمہ داری پوری طرح نبھائی۔ بچوں نے بھی انکو بھرپور محبت دی. یہاں تک کہ غیر ممالک میں آباد ہونے کے بعد بھی رابطہ رکھا۔

ہمارے ابا جان کی وفات امی جان کی جوانی میں ہی ہو گئی تھی۔ امی جان نے اس دور کو بڑے صبر سے گزارا۔ اور ایسے کڑے وقت میں ہمارے بڑے بھائی اور بھابھی جان نے ہمیں بہت سہارا دیا۔ ہماری زندگی کے ہر موڑ پر وہ ہمارے ساتھ رہے ہم سب کے مستقبل سنوارنے میں بھی ان کا ساتھ رہا۔

خدا تعالیٰ نے ان کو آٹھ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں حیات ہیں۔ سب بچوں نے امی جان کی خدمت کا بھرپور حق ادا کیا ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے ہر سال امی جان سے ملنے کیلئے آتے تھے۔ دونوں بیٹیاں اُن کے پاس تھیں اس لئے ہمیں ان کی خدمت کرنے اور دعائیں لینے کا سب سے زیادہ موقعہ ملا۔

میں ہمیشہ اُن کے ساتھ رہی اس لئے میرے ساتھ اُن کا ایک خاص لگاؤ تھا۔ اُن سے اپنے دل کی بات کر کے خود کو بہت تسلی ہو جاتی تھی۔ اور ہمیشہ مجھے صبر کی تلقین کرتیں۔ بہت دعا گو تھیں۔ میں ان کا کوئی چھوٹا سا بھی کام کر دیتی تو کتنی دیر دعائیں دیتی رہتیں۔ اولاد کے حق میں دعائیہ اشعار لکھوا کر اپنے بستر کے سامنے لگوائے ہوئے تھے۔ اور اپنے سب بچوں کا نام لیکر اشعار پڑھتی رہتیں۔ اپنی صبح کا آغاز نماز تہجد، نمازِ فجر، تلاوتِ قرآن کریم اور احادیث سے کرتیں اور ان کے مطالعہ پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ضرور لگاتیں۔

گرمیوں کی تعطیلات میں وہ اکثر اپنے بچوں کے پاس اسلام آباد چلی جاتیں اور بہت خوش واپس آتیں۔ ان کی کوشش ہوتی کہ سب بچوں اور بڑوں کیلئے تحائف لے کر جائیں جو ہم سب لے کر بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔

طبیعت میں بہت سادگی اور قناعت تھی۔ کم خرچ میں بہترین گزارا کرتیں۔ ہمیشہ کوشش کرتیں کہ کوئی چیز ضائع نہ ہو۔ بہت شاکر اور محدود خواہشات رکھتی تھیں سلائی کڑھائی غرض ہر کام میں ماہر تھیں۔ میں نے ہمیشہ اُن کو کوئی نہ کوئی کام کرتے ہی دیکھا۔ یہاں تک کہ اپنے آرام کا بھی خیال نہ کرتیں۔ گھر کی ہر چیز ان کے خوبصورت ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہے۔ جن کو دیکھ کر انکی بے پناہ یاد ستاتی ہے اور ہمیشہ ستاتی رہے گی۔

رشتوں کو بہت خوبصورتی سے نبھاتیں۔ کبھی کسی سے شکوہ گلا نہ کرتیں۔ اگر کوئی زیادتی کر بھی دیتا تو ہمیشہ صبر کی تلقین کرتیں۔ خاندان کے سبھی لوگ ان سے محبت سے آکر ملتے۔ اور دعاؤں کو خزانہ لیکر رخصت ہوتے۔

گھر کے کام کاج میں میری بہت مدد کرتیں۔ ہمیشہ سبزی مجھے صاف کر کے کاٹ کر اور دھو کر دیتیں اور میں صرف پکانے کا کام کرتی تھی۔ اب جب کہ سب کچھ خود کرنا پڑتا ہے تو بہت یاد آتی ہیں۔

ہمسائیوں کا بہت خیال رکھتیں۔ ان کے دکھ سکھ میں بھرپور شرکت کرتیں۔ بیماری اور کمزوری کے باوجود اُن کے گھر جا کر اُن کی دلداری کرتیں۔ ہمسایوں کے چند بچوں کو قرآن پاک بھی پڑھایا۔

نظامِ جماعت سے گہری وابستگی تھی۔ خطبات، مصباح، الفضل دیگر رسائل کا شوق سے مطالعہ کرتیں۔ خطباتِ جمعہ باقاعدگی سے سنتیں۔ تمام چندہ

جات باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ جمعہ کے روز بہت اہتمام کرتیں۔ نوافل اور صلوٰۃ التسبیح باقاعدہ پڑھتیں۔ جب بھی نیا جوڑا سلواتیں ہمیشہ جمعہ کے روز نہا کر پہنتیں اور خوشبو بھی باقاعدہ لگاتیں بلکہ مجھے آواز دیا کرتی تھیں کہ آکر خوشبو لگالو۔

سلائی کی بہت شوقین تھیں۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ گھر کی ضرورت کی کوئی سلائی کرنی ہو اور ان کو کہہ دیا ہو اور وہ نہ کریں۔ بڑے شوق اور پیار سے ہر چیز مکمل کر کے دیتیں۔ میں نے جب بھی سلائی کرنی ہوتی میرے پاس بیٹھ جاتیں۔ مجھے اگلی سلائی کیلئے کپڑا تیار کر کے دیتیں کہ اب سلائی لگاؤ۔ اور میں بھی بغیر سوچے سلائی شروع کر دیتی۔ سلائی مشین کا بخیہ خراب ہو جاتا تو مجھے فوراً حکم دیتیں کہ سلائی مشین دھوپ میں رکھ دو۔ میں فوراً دھوپ میں رکھ کر اُن کو بتا دیتی۔ اور امی جان جلد ہی اُس کی صفائی میں لگ جاتیں اور سلائی مشین بہترین کام کرنے لگ جاتی۔ گھر میں چھوٹا بڑا سلائی کا کام خود اپنے ذمہ لیا ہوا تھا۔ گھر میں بکھری ان کی یادیں ان کی یاد دلاتی رہیں گی۔ اور ہمیں احساس دلاتی رہیں گی کہ امی جان نے زندگی میں صرف کام کام اور بس کام ہی کیا۔ کبھی اپنے آرام کا خیال نہیں رکھا۔

امی جان نے خدا کے فضل سے بہت فعال زندگی گزاری۔ ان کو کوئی بڑی بیماری نہ تھی صرف کمزوری کی شکایت تھی۔ کیونکہ کھانے کی زیادہ شوقین نہ تھیں۔ سادہ غذا پسند کرتی تھیں۔

ہر چیز کو بڑی احتیاط سے اور ترتیب سے رکھنے کی عادت تھی۔ بے ترتیبی بالکل ناپسند تھی۔ جہاں سے چیز اٹھائی وہیں پر رکھنا۔ اپنے کپڑوں کی الماری اور ٹیچی کیس کو بڑی اچھی طرح ترتیب دے کر رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ میرے بھائی جان منیر اور بچوں کے کپڑے بھی سنبھالتیں۔ ترتیب سے الماری میں لگاتیں اور بہت خوش ہوتیں۔ ان کی الماری میں ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ جس پر انہوں نے یہ شعر لکھ رکھا تھا۔ جو انکو بہت پسند تھا۔

دوستی کیجیے تین سے عاقل، خدا، مسکین سے

یہ شعر اپنے پوتے پوتیوں نواسے نواسیوں کو سنایا کرتیں۔ میں اکثر ان کو یاد دہانی کرواتی کہ امی جان اپنے ہاتھ سے لکھا کریں۔ میرا واحد مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کے ہاتھوں کی تحریر ہو۔ شادی کے بعد جب میں کراچی چلی گئی تو بہت اداس ہو گئیں۔ پھر انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے مجھے خط تحریر کیا۔ جسے دیکھ کر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔

تمام بہوؤں اور دامادوں سے اُن کا سلوک بہت اچھا تھا۔ سبھی ان کی بہت خدمت کرتے۔ بہوئیں ان کو بہت اچھی ملیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک تھیں اور خوب خدمت اور پیار کرنے والی بھی تھیں۔ سب سے بڑی بہو مرحومہ مبارکہ جب بیمار ہو گئیں تو آپ نے ان کی بہت خدمت کی۔ حالانکہ خود بھی بزرگ تھیں لیکن اس کے باوجود خدا تعالیٰ نے ان کو بہو کی خدمت کرنے کی بہت توفیق دی۔ امی جان کی نسل میں زیادہ تر بچے پردیس میں ہوتے، سبھی وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہتے۔ اُن کی جی بھر کے خدمت کرتے اور دعائیں لیتے اور جب بھی کوئی گھر سے سفر کیلئے روانہ ہوتا تو اس کو ڈھیروں دعاؤں اور دعائیہ نظم کے ساتھ رخصت کرتیں۔ اور یہ شعر پڑھتیں

لو جاؤ تم کو سایۂ رحمت نصیب ہو
بڑھتی ہوئی خدا کی عنایت نصیب ہو

ان کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ ان کی تمام اولاد اور ان کے بچے اپنے اپنے گھروں میں مطمئن ہیں۔ اور خوش باش زندگی گزار رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی ساری نسل کو ہمیشہ خوشیاں اور سکون عطا کرے اور ہم ان کی دعاؤں کے وارث بنیں۔

میں تین ماہ قبل ہی اُن کو چھوڑ کے پاکستان سے کینیڈا آئی تھی۔ کبھی سوچا نہ تھا کہ جس محبت بھرے خوبصورت وجود کو میں چھوڑ کر جا رہی ہوں میں اُسے دوبارہ نہیں دیکھ پاؤں گی۔ کینیڈا آکر میں اُن کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہی اور دل میں اُن سے ملنے کی شدید خواہش جاگتی رہی۔ سوچتی تھی کہ پاکستان جاؤں گی تو امی جان سے بہت سی باتیں کروں گی لیکن یہ سب خیال ادھورے رہ گئے۔ بہت تکلیف ہوتی ہے جب یہ سوچتی ہوں کہ پاکستان جاؤں گی تو امی جان کا دعا کرنے والا وجود اپنی چارپائی پر بیٹھا نظر نہیں آئیگا۔ تب میرے دل پر کیا گزرے گی، کون ہو گا جس کو بڑھ کر سب سے پہلے گلے لگاؤں گی۔ پیار اور دعائیں لوں گی۔ یہ دل کی خلش اب دل میں ہی رہے گی۔ خدا کی رضا پر ہمیں راضی ہونا پڑے گا۔

وہ میرے کینیڈا آنے پر بالکل راضی نہیں تھیں۔ میں جب اُن کو جانے کا بتانا چاہتی تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیتیں کہ اُنہیں کچھ سنائی نہ دے اور نہ ہی وہ میرے کینیڈا جانے کی بات سنیں۔ پھر جب سیٹ Book ہو گئی اور بڑی ہمت سے میں نے ان کو بتایا تو بہت بے قرار ہو گئیں اور مجھے کہنے لگیں یا اللہ وہ تاریخ کبھی نہ آئے۔ کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔ میں ان کے پاس ہوتی اُن سے باتیں کرتی، اُن کا خیال رکھتی۔ ان کی دعائیں لیتی ان کو گلے لگاتی یہ خلش مجھے ساری عمر رہے گی۔

خدا کرے ہم سب اُن کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتے رہیں اور خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی ہمیشہ ان کیلئے دعائیں کرنیوالے ہوں۔ آمین۔

آخر میں یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ نیز ہمیں اُن کی طرح نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

لاکھ گرد اپنی حفاظت کی لکیریں کھینچوں
ایک بھی ان میں نہیں ماں کی دعاؤں جیسی

صفحۂ شاعرات

دورانِ سہ ماہی بہت سی بہنوں نے اپنی نظمیں النساء میں اشاعت کے لیئے بھجوائیں۔ تمام نظموں کی اشاعت ممکن نہیں لہٰذا اِس صفحہ کے ذریعہ اُن نظموں کے چُنیدہ اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

حضور آئے حضور آئے

صبیحہ مرزا احمد--پیس ویلج ایسٹ

اپنے ساتھ برکتوں کے دن لائے ہیں
ہر اک نے اپنے گھر پر قمقمے جلائے ہیں
ہر طرف اک نور کا سماں ہے
ہر اک کے چہرے پر ایک عجب مسکان ہے
ہر فجر کی نماز صلی علیٰ کا ورد
گویا کہ فرشتے برکتوں کی ندا لائے ہیں
چلی ہے ٹھنڈی ہوا مشرق سے
اہلِ مغرب کے دل بھی جگمگائے ہیں
سب دعائیں صبیحہ کی کریو قبول باری
ہمارے آقا کو لگ جائے عمر ہماری

سجدہ گاہ

امتہ المتین خان غزل---کیلگری ساؤتھ

سجدہ گاہ سے سر نہ اُٹھے جان بھی وہیں رکھدوں
لبوں کو سی لوں عنوان زندگی زیرِ نگین رکھدوں
خوابوں کی کرچیاں چُنوں نئی آس کے سنگ
نفس کی خواہشوں کو پہلے میں کہیں رکھدوں

بِلا عُنوان

امتہ القدوس صائمہ---سسکاٹون ساؤتھ

دِل پہ میرے اِک چوٹ سی لگی ہے
گوشے میری پلکوں کے بھیگے سے ہیں کچھ
تو ہی تو ہے ہر طرف تجھ سا نہ کوئی

پر دَرد اور نشاں نظر نہ آئے کوئی
تَر بہ تَر ہیں آنکھیں پَر آنسو نظر نہ آئے کوئی
بندے کی اصل، دل کا حال اور نہ جانے کوئی

دستِ دُعا

امتہ السلام انور---میکنائیڈ، کیلگری

تیرے دَر پہ ہوں سوالی، نظر کرم یُوں کر دے
اس کا سہ گدا میں اثرِ دُعا کو بھر دے
اے مولا تجھ کو پالوں، مجھے خود سے یوں ملا دے
بِن تیرے رِہ سکوں نہ کچھ ایسے گُر سکھا دے
میرے مانگنے سے پہلے دست دعا کو بھر دے
سمیع و بصیر ہے تُو فضلِ خدا یُوں کر دے

پاکستان کے حوالے سے

طاہرہ محبوب---صدر لجنہ ایریڈری، کیلگری

شاہین ہماروں کی ---پرواز ذرا دیکھو
کیسے ہو مسلماں تم --کیسے میں کہوں انسان
مسجد، مندر، گرجا--تھے امن و سکوں کی جا
قرآں تو کھولو تم ------تعلیم ذرا دیکھو
آنیوالی نسلوں کو -- یہ سوچ ہے دی تم نے
اقبال کے شاہین کا ---بسیرا تھا پہاڑوں پر

مظلوم کو مار آئے ---بے بس کو کچل ڈالا
بدنام کیا مذہب ---- سر سب کا جھکا ڈالا
اللہ کی عبادت کو ---دہشت میں بدل ڈالا
کیوں تم نے مسخ کر کے مذہب ہی بدل ڈالا
جلّاد یہ کیسے تھے -------گھر اپنا جلا ڈالا
کیسے شاہین ہو تم -----مُردار ہی کھا ڈالا

قیمہ والے بَن

لبنیٰ احمد _____ مسی ساگانارتھ

قیمہ	ایک پاؤنڈ	پیاز	ایک درمیانی
میدہ	3-2/1 کپ	لہسن، ادرک پیسٹ	حسبِ ضرورت
خشک دودھ	1 کپ	آئل	4 کھانے کے چمچ
دودھ	1 کپ	مکھن (پگھلا ہوا)	4 کھانے کے چمچ
پانی	2/1 کپ	خمیر (instant yeast)	2 کھانے کے چمچ
انڈا	1 عدد	کلونجی	حسبِ ضرورت
چینی	3 کھانے کے چمچ	نمک، سُرخ مرچ، دھنیا پاؤڈر	حسبِ ذائقہ
انڈہ+دودھ	1+2 کھانے کے چمچ (کے لئے Egg wash)		

ترکیب: قیمہ کو دیگچی میں ڈال کر اس میں ایک پیاز باریک کاٹ کر اور لہسن ادرک کے پیسٹ اور باقی تمام مصالحہ جات کے ساتھ من پسند طریق سے تیار کر لیں۔ پانی خشک ہونے پر اس کو ایک طرف رکھ دیں۔

بَن بنانے کے لیئے میدہ چھان لیں۔ اس میں خشک دودھ، چینی، نمک، انڈا، آئل، مکھن، دودھ، اور خمیر ڈال کر گوندھ لیں۔ بہت زیادہ نرم نہیں گوندھنا اور گوندھنے کے لیے آہستہ آہستہ پانی شامل کریں۔ 5 سے 10 منٹ تک گوندھ لیں۔ اس پر ہلکا سا آئل لگا کر دو گھنٹے کے لیئے ڈھک کر رکھ دیں۔ سائز دوگنا ہو جانے پر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا لیں۔ قریباً 25 پیڑے بن جائیں گے۔ میدہ کے پیڑوں کو ہاتھ سے چھوٹی روٹی کی طرح کر لیں تا کہ اس میں قیمہ ڈال سکیں۔ قیمہ ڈال کر دوبارہ پیڑا بنا کر بند کر دیں۔ اب ایک بیکنگ پَین میں ہلکا سا آئل لگا کر اس میں بَن کو آدھے گھنٹے تک رہنے دیں پھر اس پر Egg wash اور کلونجی لگا کر 180 C پر 20-25 منٹ کے لئے بیک کر لیں۔ مزیدار بَن تیار ہیں۔ چائے کے ساتھ مزے سے کھائیں۔

ازدواجیات

- ہر بیوی کے کان میں ایک سوراخ پیدائشی ہوتا ہے۔ سماعت کے لئے، چار پانچ وہ خود کر لیتی ہے۔ سنتی وہ پھر بھی کسی کی نہیں۔۔۔۔
- میں جب بھی کوئی کام کرنے لگتا ہوں بیوی آگے آجاتی ہے۔

بیٹا: ٹرک چلا کر دیکھو۔۔۔ اللہ فضل کرے گا۔

- شادی کے بعد

سنیے کیا پکاؤں۔۔۔ بتائیں نا پلیز

ایک سال بعد

کھانا کھا لیجیے۔۔۔ آپ نے کافی دیر سے کچھ نہیں کھایا

دو سال بعد

کھانا لگا دوں؟

چار سال بعد

کھانا پک گیا ہے جب کھانا ہو بتا دینا

چھ سال بعد

کھانا بنا کر رکھ دیا ہے پڑوسن کی طرف جا رہی ہوں خود ہی کھا لینا

آٹھ سال بعد

جب دیکھو کھانا، کھانا، کھانا۔ ابھی صبح ہی تو کھایا تھا کھانا

پندرہ سال بعد

اجی کتنی دیر ہے کھانا تیار ہونے میں، بھوک سے مر گئی میں

(یہ آخری آپشن مبالغہ ہے یا مغالطہ۔۔۔۔)

- دوست! کیا بات ہے آج بہت اداس ہو؟

دوسرا دوست! یار بیوی سے جھگڑا ہو گیا تھا اس نے دھمکی دی تھی کہ پورا مہینہ بات نہیں کروں گی۔

پہلا دوست! تمھیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ ایک پورا مہینہ سکون سے گزرے گا۔

دوسرا دوست! یار آج آخری دن ہے اس لئے۔

- ڈاکٹر! آپ کے شوہر کو آرام کی اشد ضرورت ہے یہ لیں نیند کی گولیاں

بیوی! یہ میں انہیں کس وقت دوں

ڈاکٹر! یہ ان کے لئے نہیں۔۔۔ آپ کے لئے ہیں

- بیوی! سوتے ہوئے تم مجھے برا بھلا کہہ رہے تھے

شوہر! تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے

بیوی! کیا غلط فہمی ہوئی ہے

شوہر! یہی کہ میں سو رہا تھا

بوجھو تو جانیں

بشریٰ وُدُود۔۔۔ کچنر۔واٹرلو

1- دو درختوں پر کچھ چڑیاں بیٹھی تھیں۔ ایک درخت کی چڑیوں نے دوسرے درخت کی چڑیوں سے کہا کہ اگر تم میں سے ایک چڑیا ہماری طرف آجائے تو ہم تعداد میں تمہارے برابر ہو جائیں گے۔ دوسرے درخت کی چڑیوں نے کہا کہ اگر تم میں ایک چڑیا ہماری طرف آجائے تو ہم تم سے دوگنا ہو جائیں گے۔ بتائیں دونوں درختوں پر کتنی چڑیاں بیٹھی تھیں۔

2- ایک بس ایک پہاڑی علاقے میں سے گزر رہی تھی۔ جب بس ایک سٹاپ پر رُکی تو ایک شخص اُترا۔ بس آگے چل پڑی ابھی ذرا ہی دُور گئی تھی کہ پہاڑ سے ایک پتھر بس پر آگرا اور بس تباہ ہو گئی۔ بس سے اُترنے والے آدمی نے کہا کاش میں اِس بس میں ہوتا۔ سوچ کر بتائیں اُس شخص نے ایسا کیوں کہا؟

جواب: ① 5 اور 7 ② کیونکہ اگر وہ آدمی بس میں ہوتا تو جو وقت اُسکے اُترنے میں لگا اُتنی دیر میں بس حادثے کی جگہ سے آگے چلی جاتی۔

صفحہ تیار کردہ: طاہرہ نسیم۔ ریکسڈیل

صفحۂ ناصرات

کھوٹا سکّہ

ایک بستی میں ایک بزرگ رہتے تھے اور ایک دکان چلاتے تھے۔ روزمرہ کا سودا سلف بیچتے تھے۔ جب لوگ سودا لینے آتے تو عمدہ چیزیں سستے داموں دیتے۔ کبھی کبھی لوگ ان کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے اور انہیں کھوٹا سکہ دے جاتے۔ وہ سکہ دیکھتے اور رکھ لیتے مگر کچھ نہ کہتے اور سودا بھی اچھا ہی دیتے اور کبھی شرمندہ نہ کرتے۔

ساری زندگی ان کا یہ معمول رہا۔ وہ کھوٹے اور کھرے سکے اکٹھے کرتے رہے۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنے رب سے فریاد کرنے لگے کہ "اے میرے مالک! میرے دامن میں ندامت اور پشیمانی زیادہ ہے اور اچھے اعمال کم ہیں۔ میرے پیارے خدا جس طرح میں لوگوں سے کھوٹے سکے لے کر بھی معاملات کرتا رہا تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرما اور مجھے روز قیامت شرمندہ اور رُسوا ہونے سے بچا لینا۔ خدا تعالیٰ کو اُن کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اُن کے ساتھ پیار اور مغفرت کا سلوک فرمایا۔

نتیجہ: پیاری بچیو! آپ بتائیں اس کہانی سے کون سا نتیجہ نکلتا ہے

میرے خیال میں "ہمیشہ دوسروں کے ساتھ محبت اور صلہ رحمی کا سلوک کریں"

آپ دو اور نتائج اخذ کریں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سودا سلف	عام استعمال کی چیزیں	معمول	طریقہ
ندامت	شرمندگی	اخذ کرنا	معلوم کرنا

دھاتوں کی دُنیا

1. دنیا میں کونسی دھات سب سے زیادہ پائی جاتی ہے؟
2. کونسی دھات ہے جو عام درجہ حرارت میں بھی مائع حالت میں پائی جاتی ہے؟
3. سب سے قیمتی دھات کون سی ہے؟
4. سب سے بھاری دھات کا نام بتائیں؟
5. آپ کی پسندیدہ دھات کون سی ہے؟ سونا یا چاندی
6. وائیٹ گولڈ کن دو دھاتوں کو ملانے سے بنتا ہے؟

Capital City تلاش کریں

ح	ج	ڈ	ن	س	ط
ب	ک	ھ	ف	ل	م
ت	ر	ا	ن	ہ	ن
ک	ڈ	ک	ب	ج	ا
ا	غ	ہ	ا	ل	م
ب	ے	ص	ک	ط	ہ
ل	ب	گ	و	ٹ	ا

جواب: دھاتوں کی دُنیا

لوہا، پارہ (مرکری)، روڈیم، اوسیم، (نکل اور پلاڈیم کے ملانے سے)

جوابات: ملکوں کے کیپیٹل شہر

شہر: کابل ترانہ باکو ڈھاکہ منامہ بگوٹا

ملک: افغانستان، البانیہ، آذربائیجان، بنگلہ دیش، بحرین، کولمبیا